رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ
اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا

زینب

لجنہ اماءاللہ

ناروے

جولائی اگست ستمبر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سہ ماہی زینب

لجنہ اماء اللہ ناروے کی علمی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کا ترجمان

سرپرستِ اعلیٰ

امیر جماعت احمدیہ ناروے — مکرم ظہور احمد چوہدری صاحب

زیر نگرانی

صدر لجنہ اماء اللہ ناروے — مکرمہ سیّدہ بشریٰ خالد صاحبہ

مجلس ادارت

نیشنل سیکرٹری اشاعت	محترمہ منصورہ نصیر صاحبہ
نائبہ سیکرٹری اشاعت	محترمہ صدیقہ وسیم صاحبہ
مدیرہ حصہ نارویجن	محترمہ مہرین شاہد صاحبہ
پروف ریڈنگ	محترمہ سعیدہ نعیم صاحبہ
	محترمہ ثمینہ ظہور صاحبہ
	محترمہ طیبہ رضوان صاحبہ
پرنٹنگ	محترمہ شمسہ خالد صاحبہ
شائع کردہ	شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ

Søren Bulls veien 1

1051 Oslo

Tlf: +47 22322746

FAX: + 47 22320211

فہرست مضامین

القرآن الکریم	2
کلام الامام	3
اداریہ	4
خطبہ جمعہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 15 مئی 2009ء	5
مقاصد نکاح	12
رخصتانہ	14
میاں بیوی کے حقوق و فرائض اور تربیت اولاد	15
نظم	18
عائلی زندگی بحوالہ خلفائے احمدیت	19
ایسی تمہارے گھر کے چراغوں کی ہو ضیاء	22
نظم	27
عائلی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے ماہر نفسیات کے مشورے	28
الرجال قوامون علی النساء	31
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ واقفات نو کی کلاس	34
قوس قزح کے رنگ آپ کے سنگ	36
توازن میں حسن ہے	38
پکوان	40
ناصرات کا صفحہ	41

القرآن الکریم
سورۃ النساء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ بَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ﴿۲﴾

1۔اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

2۔اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔
اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

(یہ ترجمہ خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے قرآن کریم کے ترجمہ سے لیا گیا ہے۔)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: تُنۡکَحُ الۡمَرۡأَۃُ لِاَرۡبَعٍ لِمَا لِھَا وَلِحَسَبِھَا وَ لِجَمَالِھَا وَلِدِیۡنِھَا، فَاظۡفُرۡ بِذَاتِ الدِّیۡنِ تَرِبَتۡ یَدَاکَ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت سے نکاح کرنے کی چار ہی بنیادیں ہو سکتی ہیں یا تو اسکے مال کی وجہ سے یا اس کے خاندان کی وجہ سے یا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس کی دینداری کی وجہ سے۔ لیکن تو دین دار عورت کو ترجیح دے، اللہ تیرا بھلا کرے اور تجھے دین دار عورت حاصل ہو۔ (حدیقۃ الصالحین، حدیث نمبر: 358)

کلام الامام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو عورتیں ہوتی ہیں اور اگر ان ہی سے اس کے تعلقات اچھے نہ ہوں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا سے صلح ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کرسکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرے نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے۔ اس لئے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **عَا شِرُوْھُنَّ بِا لْمَعْرُوْفِ** ہاں اگر بے جا کام کرے تو تنبیہ ضروری ہے۔ انسان کو چاہئے کہ عورتوں کے دلوں میں یہ بات جمادے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کرسکتا اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اس کی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کرسکتا''۔ (الحکم 24/دسمبر 1900ء)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کا مطالعہ کروتا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ﷺ ایسے خلیق تھے''۔ (ملفوظات جلد 4، صفحہ 45.44 مطبوعہ لندن)

نیز فرمایا:

''مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ حکومت قسام ازلی نے دے رکھی ہے۔ اور ذرا ذرا سی باتوں میں تادیب کی نیت سے یا غیرت کے تقاضا سے وہ اپنی حکومت کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ اور اس کے رسول نے عورت کے ساتھ نہایت حلم اور برداشت کی تاکید کی ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** یعنی اپنی بیویوں سے تم ایسی معاشرت کرو جس میں کوئی امر خلاف اخلاق معروفہ کے نہ ہو اور کوئی وحشیانہ حالت نہ ہو بلکہ ان کو اس مسافر خانہ میں اپنا دلی رفیق سمجھو اور احسان کے ساتھ معاشرت کرو۔ بیوی ایک مسکین اور ضعیف ہے جس کو خدا نے اس کے حوالے کردیا اور دیکھتا ہے کہ ہر یک انسان اس سے کیا معاملہ کرتا ہے۔ نرمی برتنی چاہئے اور ہر ایک وقت دل میں خیال کرنا چاہئے کہ میری بیوی ایک مہمان عزیز ہے جس کو خدا نے میرے سپرد کیا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ میں کیونکر مہمان داری بجالاتا ہوں اور میں ایک خدا کا بندہ ہوں اور یہ خدا کی بندی ہے۔ مجھے اس پر کون سی زیادتی ہے۔ خوں خوار انسان نہیں بننا چاہئے۔ بیویوں پر رحم کرنا چاہئے اور ان کو دین سکھانا چاہئے''۔ (الحکم 17/اپریل 1905ء)

عائلی زندگی

رشتے ٹوٹ رہے ہیں۔گھر برباد ہو رہے ہیں۔بچے بے سہارا ہو رہے ہیں۔گھروں کا اُمن ختم ہو چکا ہے اور والدین پریشان ہیں۔ معاشرہ بے چینی اور بے سکونی کا شکار ہے۔

ہمارے اردگرد دجّالی فتنہ مغربی تہذیب کی آڑ میں اور عورت اور مرد کی برابری اور مساوات اور آزادی کے نعرہ نے ایسی فضا قائم کردی ہے۔جس کے نتیجہ میں شرم وحیا کا فقدان،جنسی بے راہ روی،بغیر شادی کے میاں بیوی کے طور پر اکٹھے رہنا،ہم جنسی جیسے مسائل نے جنم لیا ہے۔اور پھر ان کے قدرتی نتائج نے گھریلو زندگی کے امن کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

دنیا میں امن تب ہی قائم ہوسکتا ہے جب گھروں میں امن ہوگا۔گھروں کا امن وسکون مغربی تہذیب کے گمراہ کن راستہ پر چلنے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔یہ امن وسکون اسلام کی تعلیم پر ہی عمل کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہوگا۔

قرآنِ کریم کا ارشاد ہے۔"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (البقرۃ:229)

ترجمہ:اور جس طرح ان (عورتوں) پر کچھ ذمہ داریاں ہیں (ویسے ہی) مطابق دستور انہیں بھی (کچھ حقوق) حاصل ہیں۔

عائلی زندگی پرامن اور پرسکون تب ہی ہوسکتی ہے۔جبکہ ہر کوئی اپنے فرائض دیانتداری اور تقویٰ سے ادا کرے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ جرمنی 3 ستمبر 2016ء کے موقع پر مستورات سے خطاب کرتے ہوئے اس امر کی نشاندہی فرمائی تھی کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے ہر ایک شخص اپنی ذمہ داری ادا کرے اور حقوق کا مطالبہ کرنے کی بجائے دوسروں کے حقوق ادا کرے۔اسلام ہر ایک کو اس کا حق دلاتا ہے۔خواہ وہ بیوی ہو،ساس ہو یا بہو۔

حضور نے احمدی مستورات کو توجہ دلائی کہ وہ بچوں کی تربیت کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں۔عورت کی گود یعنی ماں کی گود سے بڑھ کر کوئی تربیت گاہ نہیں۔ایک ماں ہی ہے اگر توجّہ کرے تو بہترین تربیت کرسکتی ہے۔دنیا میں کوئی نہیں جو یہ کام کرسکے۔عورت کی گود ہی صحیح تربیت گاہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے عورت کو یہ خوبیاں ودیعت کی ہیں۔دنیا میں کوئی ادارہ نہیں جو یہ کام کرسکے۔بچوں کو ماں کی گود اور اس کی نگہداشت کی ضرورت ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اسلام کہتا ہے کہ عورت کا اصل مقام گھر میں اپنے بچوں کی تربیت اور نگہداشت ہے اور مرد اگر گھر سے باہر کام کر رہے ہوں حتی کہ جہاد کررہے ہوں تو عورت کو ان کے برابر ثواب گھر میں بیٹھے بچوں کی تربیت اور نگہداشت کے بدلے میں ملے گا۔

اولاد کو بہترین فعّال اور کارآمد شہری بنانے کی وجہ سے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

جب لڑکوں اور لڑکیوں کی بہترین تربیت مائیں کریں گی تو ایک خوبصورت معاشرہ وجود میں آئے گا۔حضور نے فرمایا کہ مردوں کو بھی اس سلسلہ میں ان کی مدد کرنا ہوگی۔

خدا تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض کو سمجھنے اور ان کو بہترین رنگ میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

خطبہ جمعہ

یتیموں کی خیر خواہی اور عائلی معاملات سے متعلق قرآن مجید کی تعلیمات و احکامات کے حوالہ سے احباب جماعت کو انصاف پر قائم ہونے اور یتامیٰ اور اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی کے بارہ میں نہایت اہم تاکید

أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

گزشتہ خطبہ میں، حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدا تعالیٰ کے واسع ہونے کے حوالہ سے قرآن کریم میں جو بعض امور اور احکامات بیان ہوئے ہیں، ان کا ذکر کیا تھا۔ حضور انور نے فرمایا آج بھی یہی سلسلہ آگے چلے گا اور اسی تسلسل میں بعض آیات کا ذکر کروں گا جن میں متنوع اور مختلف قسم کے وہ مضامین بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق ہماری روزمرہ کی زندگی سے بھی ہے اور ہماری اخلاقی اور روحانی حالتوں سے بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ جو اپنے وسیع تر علم کی وجہ سے ہمارے ہر عمل کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس نے یہ اُمور اور احکامات بیان فرما کر ہماری ان راستوں کی طرف راہنمائی فرمائی ہے جن پر چل کر ہم اللہ تعالیٰ کے وسیع تر فضلوں کے اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق حصہ دار بن سکتے ہیں، ان کو سمیٹنے والے بن سکتے ہیں، ان سے فیض پانے والے بن سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔

اس حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے عائلی معاملات کے بارہ میں بھی راہنمائی فرمائی ہے۔ ہمارے معاشرتی معاملات کے بارہ میں بھی راہنمائی فرمائی ہے۔ ہماری دینی حالتوں کو صحیح نہج پر چلانے کے لئے بھی راہنمائی فرمائی ہے۔ ہماری روحانی اور اخلاقی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی طرف بھی راہنمائی فرمائی ہے۔ غرض اس بارہ میں انسانی زندگی کا جو بھی پہلو ہے خدا تعالیٰ اس کا مکمل احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس بارہ میں ہماری راہنمائی فرماتا ہے۔ کیونکہ انسان کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنی صفات کو اپنانے کا حکم فرمایا ہے اس لئے اس صفت کے حوالہ سے اسے بھی اپنے روحانی اور اخلاقی مرتبوں کے حصول کے لئے اپنی کوششوں اور عملوں میں وسعت پیدا کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والا بن سکے۔ لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتا دیا کہ مجھے کیونکہ تمہاری استعدادوں کا علم ہے اس لئے جو کام مَیں نے تمہارے سپرد کئے ہیں وہ تمہاری استعدادوں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ پھر ان استعدادوں کی وسعت بھی ہر انسان کی برابر نہیں ہوتی۔ اور جب استعدادیں برابر نہیں ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ جب حکم دیتا ہے تو اتنا ہی دیتا ہے جتنا کسی کی طاقت ہے۔ لیکن اپنی استعدادوں کی حدود مقرر کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ یہ خدا تعالیٰ ہی ہے جو ہر ایک کی صلاحیتوں اور استعدادوں کو جانتا ہے اس لئے جو بھی اللہ تعالیٰ نے احکامات نازل فرمائے اس بارہ میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ہماری استعدادوں سے باہر ہیں۔ چھپی ہوئی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ودیعت فرمائی ہیں۔ ان کو نکالنا، ابھارنا، صیقل کرنا یہ ہر انسان کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے آنحضرت ﷺ کا ذکر فرمایا کہ یہ تمہارے لئے اُسوہ حسنہ ہیں تو اس انسان کامل کے اُسوہ حسنہ پر چلنے کے لئے ہمیں تلقین فرمائی۔ انسان کامل تو ایک ہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، جس کی صلاحیتوں اور استعدادوں کی وسعتوں کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ آپ کی زندگی کے کسی بھی پہلو پر ہم غور کریں تو ایک عظیم معیار ہمیں نظر آتا ہے۔ ہمیں یہ حکم ہے کہ تمہارے لئے اُسوہ حسنہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہے اور اس پر چلنا تمہارا فرض ہے۔ کوشش کرو، حتی المقدور کوشش کرو کہ اس پر چل سکو۔

مَیں نے شروع میں ذکر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جن باتوں میں راہنمائی فرمائی ان میں عائلی معاملات بھی ہیں۔ قرآن کریم کی بعض

آیات ہیں جو مَیں اس ضمن میں پیش کروں گا۔لیکن ان کو پیش کرنے سے پہلے آنحضرت ﷺ کے اُسوہ حسنہ کا ذکر کروں گا جو اس ضمن میں ہمارے سامنے ہے کہ آپ ﷺ کا اپنے اہل کے ساتھ کیا سلوک تھا؟ اور اس سلوک میں آپ ﷺ نے کیسا اعلیٰ معیار قائم فرمایا۔

آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک میں بہتر ہے اور مَیں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب فضل ازواج النبی ﷺ، حدیث نمبر 3895)

پھر آپ ﷺ نے ہمیں نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ تمہیں اگر ایک دوسرے میں کوئی عیب نظر آتا ہے یا دوسرے کی عادت یا حرکت ناپسند ہے تو کئی باتیں ایسی بھی ہوں گی جو اچھی بھی لگتی ہوں گی۔ (مسلم کتاب النکاح باب الوصیہ بالنساء۔حدیث نمبر 3645)

تو ان اچھی باتوں کو سامنے رکھ کر ایثار کا پہلو اختیار کرنا چاہئے اور موافقت کی فضا پیدا کرنی چاہئے۔یہ دونوں کے لئے حکم ہے۔مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی۔اور آپ ﷺ کی تمام بیویاں اس بات کی گواہ ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا۔سفر پر جاتے تو بیویوں کے نام قرعہ ڈالے تھے جس کا نام آتا اسے ساتھ لے کر جاتے۔ (بخاری کتاب المغازی باب حدیث افک حدیث نمبر 4141)

بیویوں کی بیماری کی حالت میں تیمارداری فرماتے۔ (بخاری کتاب المغازی باب حدیث افک حدیث نمبر 4141)

ان کے جذبات کا خیال رکھتے۔لیکن اس کے باوجود یہ دعا آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اے اللہ! تو جانتا اور دیکھتا ہے کہ انسانی کوشش کی حد تک جو برابری اور منصفانہ تقسیم ہوتی ہے وہ مَیں کرتا ہوں۔میرے مولا! دل پر تو میرا اختیار نہیں ہے اگر دل کا میلان کسی خوبی اور کسی کی صلاحیتوں اور قابلیت کی وجہ سے کسی کی طرف ہے تو مجھے معاف فرمانا۔ (ابوداؤد کتاب النکاح باب فی القسم بین النساء۔حدیث نمبر 2134)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جو تعلق تھا اس کے بارہ میں حضرت عائشہؓ کو یہ جواب دیا کہ خدیجہؓ اس وقت میری ساتھی بنی جب مَیں تنہا تھا۔وہ اس وقت میری مددگار بنی جب مَیں بے یارومددگار تھا۔اس نے اپنا مال بے دریغ مجھ پر فدا کیا۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے اولاد بھی دی۔انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب دنیا نے مجھے جھٹلایا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند عائشہ، حدیث نمبر 25367)

اور آپ کی یہ قدر شناسی آپ ﷺ کے وسیع تر قدر شناس دل میں ہمیشہ رہی۔باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کی زندہ اور جوان بیویاں موجود تھیں اور آپ ﷺ کی محبوب بیوی موجود تھی جو اس وجہ سے محبوب تھی کہ خدا تعالیٰ کی سب سے زیادہ وحی اس کے حجرے میں ہوئی۔

(ترمذی کتاب المناقب باب فضل عائشہ حدیث نمبر 3879)

اس نے جب عرض کیا کہ آپ ﷺ کے پاس زندہ بیویاں موجود ہیں آپ کیوں ہر وقت اس بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں؟ تو بڑے پیار سے اسے سمجھایا کہ تنگ نظری کا مظاہرہ نہ کرو۔وسعت حوصلہ پیدا کرو۔یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے مَیں اپنی پہلی بیوی کا ذکر کرتا ہوں اور یاد کرتا ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 204 مسند عائشہ حدیث نمبر 25376 ایڈیشن 1998ء مطبوعہ بیروت)

آج جو مستشرقین اور آنحضرت ﷺ پر الزام لگانے والے بیہودہ گوئیوں کی انتہا کئے ہوئے ہیں کیا انہیں میرے آقا کا یہ اُسوہ حسنہ نظر نہیں آتا کہ کس طرح انہوں نے اپنے عائلی حقوق ادا کئے کہ زندہ بیویوں کے ساتھ بھی برابری کا سلوک ہے۔باوجود اس کے کہ دل پر کسی کا اختیار نہیں، پھر بھی جو ظاہری سلوک ہے وہ ایک جیسا رکھا اور جس بیوی نے ابتدا میں ہی سب کچھ قربان کر دیا اس کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے زندہ بیویوں کو بھی بتا دیا کہ مَیں تو قدر شناس ہوں، اگر مَیں یہ قدر شناسی نہ کروں تو اس خدا کا شکر گزار نہیں کہلاسکوں گا جس نے مجھے کبھی تہی دامن نہیں چھوڑا اور اپنی وسیع تر نعمتوں سے مجھے حصہ دیتا چلا گیا۔

آنحضرت ﷺ کا اپنی بیویوں سے حسن سلوک اس وجہ سے تھا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کرو اور جب آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اس پر عمل کرو تو خود اس کے اعلیٰ ترین نمونے قائم فرمائے۔

قرآن کریم میں اگر اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ شادی کا حکم دیا تو بعض شرائط بھی عائد فرمائی ہیں۔ یہ بھی اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دے کر عورت پر ظلم کیا گیا ہے یا صرف مرد کے جذبات کا خیال رکھا گیا ہے۔

اس بارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے، یہ کھلا حکم نہیں ہے۔ فرمایا **وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَۃً اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَلَّا تَعُوۡلُوۡا** (سورۃ النساء: 4) اور اگر تم ڈرو کہ تم یتامیٰ کے بارے میں انصاف نہیں کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو، دو دو اور تین تین، چار چار لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو پھر صرف ایک کافی ہے یا وہ جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یہ طریق قریب تر ہے کہ تم ناانصافی سے بچو۔

اس آیت میں ایک تو یتیم لڑکیوں کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے کہ یتیموں سے بھی شادی کرو تو ظلم کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ان کے پورے حقوق ادا کر کے شادی کرو اور پھر شادی کے بعد ان کے جذبات کا خیال رکھو اور یہ خیال نہ کرو، یہ کبھی ذہن میں نہ آئے کہ ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں تو جس طرح چاہے ان سے سلوک کرلیا جائے۔ اور اگر اپنی طبیعت کے بارہ میں یہ خوف ہے، یہ شک ہے کہ انصاف نہیں کرسکو گے تو آزاد عورتوں سے نکاح کرو۔ دو، تین یا چار کی اجازت ہے لیکن انصاف کے تقاضوں کے ساتھ۔ اگر یہ انصاف نہیں کرسکتے تو ایک سے زیادہ نہ کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

''یتیم لڑکیاں جن کی تم پرورش کرو ان سے نکاح کرنا مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر تم دیکھو کہ چونکہ وہ لاوارث ہیں، شاید تمہارا نفس ان پر زیادتی کرے تو ماں باپ اور اقارب والی عورتیں کرو جو تمہاری مؤدّب رہیں اور ان کا تمہیں خوف رہے۔ ایک دو تین چار تک کر سکتے ہو بشرطیکہ اعتدال کرو۔ اگر اعتدال نہ ہو تو پھر ایک ہی پر کفایت کرو۔ گو ضرورت پیش آوے''۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 337)

''گو ضرورت پیش آوے''۔ یہ بڑا بامعنی فقرہ ہے۔ اب دیکھیں اس زمانہ کے حَکَم اور عدل نے یہ کہہ کر فیصلہ کر دیا کہ تمہاری جو ضرورت ہے جس کے بہانے بنا کر تم شادی کرنا چاہتے ہو، وہ اصل اہمیت نہیں رکھتی بلکہ معاشرے کا امن اور سکون اور انصاف اصل چیز ہے۔

آج کل کہیں نہ کہیں سے یہ شکایات آتی رہتی ہیں کہ بچے ہیں، اولاد ہے لیکن خاوند مختلف بہانے بنا کر شادی کرنا چاہتا ہے۔ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ فرمایا اگر انصاف نہیں کرسکتے تو شادی نہ کرو اور انصاف میں ہر قسم کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اگر آمد ہی اتنی نہیں کہ گھر چلا سکو تو پھر ایک اور شادی کا بوجھ اُٹھا کر پہلی بیوی بچوں کے حقوق چھیننے والی بات ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ایک جگہ فرمایا ہے: ''کہ اگر مجبوری کی وجہ سے دوسری شادی کرنی ہی پڑے تو پھر اس صورت میں پہلی بیوی کا پہلے سے بڑھ کر خیال رکھو۔'' (ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 430 جدید ایڈیشن)

لیکن عملاً جو آج کل ہمیں معاشرے میں نظر آتا ہے، یہ ہے کہ پہلی بیوی اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف سے آہستہ آہستہ بالکل آنکھیں بند کرلی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ پس یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ مالی کشائش اور دوسرے حقوق کی ادائیگی میں بے انصافی تو نہیں ہوگی؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ انسان اپنے تئیں ابتلاء میں نہ ڈالے''۔ (الحکم جلد 2 نمبر 2 مؤرخہ 6 مارچ 1898ء صفحہ 2۔ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النساء، آیت 4 جلد دوم صفحہ 211) یعنی مراد یہ ہے کہ دوسری شادی کرکے۔

پس بیوی کے حقوق کی ادائیگی اتنی بڑی ذمہ داری ہے کہ انہیں ادا نہ کرنے پر انسان ابتلاء میں پڑ جاتا ہے یا پڑ سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بن جاتا ہے۔ مَیں نے آنحضرت ﷺ کی ایک دعا کا ذکر کیا تھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا عرض کیا کرتے تھے کہ مَیں ظاہری طور پر تو ہر ایک کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن کسی بیوی کی کسی خوبی کی وجہ سے بعض باتوں کا اظہار ہو جائے جو میرے اختیار میں نہیں تو ایسی صورت میں

مجھے معاف فرما۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور خدا تعالیٰ جس نے انسان کو پیدا کیا اور پھر ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت بھی دی، جو بندے کے دل کا حال بھی جانتا ہے جس کی پاتال تک سے وہ واقف ہے، غیب کا علم رکھتا ہے۔ اس نے اس بارہ میں قرآن کریم میں واضح فرما دیا ہے کہ ایسی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے کہ بعض حالات کی وجہ سے تم کسی طرف زیادہ جھکاؤ کر جاؤ۔ ایسی صورت میں یہ بہرحال ضروری ہے کہ جو اس کے ظاہری حقوق ہیں، وہ مکمل ادا کرو۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَيۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ ‌ؕ وَاِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا** (النساء:130) اور تم یہ توفیق نہیں پا سکو گے کہ عورتوں کے درمیان کامل عدل کا معاملہ کرو خواہ تم کتنا ہی چاہو۔ اس لئے یہ تو کرو کہ کسی ایک کی طرف کلیۃً نہ جھک جاؤ کہ اس دوسری کو گویا لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

تو ایسے معاملات جن میں انسان کو اختیار نہ ہو اس میں کامل عدل تو ممکن نہیں۔ لیکن جو انسان کے اختیار میں ہے اس میں انصاف بہرحال ضروری ہے اور ظاہری انصاف جیسا کہ مَیں بتا آیا ہوں کہ کھانا، پینا، کپڑے، رہائش اور وقت وغیرہ سب شامل ہیں۔ اگر صرف خرچ دیا اور وقت نہ دیا تو یہ بھی درست نہیں۔ اور صرف رہائش کا انتظام کر دیا اور گھریلو اخراجات کے لئے چھوڑ دیا کہ عورت لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتی پھرے تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ پس ظاہری لحاظ سے مکمل ذمہ داری مرد کا فرض ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور اس کا جھکاؤ صرف ایک طرف ہو اور دوسری کو نظر انداز کرتا ہو تو قیامت کے دن اس طرح اُٹھایا جائے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ کٹا ہوا یا علیحدہ ہوگا۔ (سنن نسائی کتاب عشرۃ النساء باب میل الرجل حدیث نمبر 3942)

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ ظاہری حقوق دونوں کے ادا کرو اور کسی بیوی کو بھی اس طرح نہ چھوڑو کہ وہ بیوی ہونے کے باوجود ہر حق سے محروم ہو۔ نہ اسے علیحدہ کر رہے ہو اور نہ اس کا حق صحیح طرح ادا کیا جا رہا ہو۔ ایک مومن کا وطیرہ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ پس مومن کا فرض ہے کہ ان کاموں سے بچے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور اپنی اصلاح کرے۔

بعض ایسی شکایات آتی ہیں کہ ایک بیوی کی طرف زیادہ توجہ دی جا رہی ہے اور دوسری بیوی کو چھوڑا گیا ہے اور پھر بعض دفعہ کسی بیوی کی بعض باتوں کا بہانہ بنا کر یہ کہا جاتا ہے بلکہ دو نہ بھی ہوں تو ایک شادی کی صورت میں بھی بعض عائلی جھگڑے ایسے آتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ نہ مَیں تمہیں چھوڑوں گا یا طلاق دوں گا اور نہ ہی تمہیں بساؤں گا۔ اگر قضا میں یا عدالت میں مقدمات ہیں تو بلاوجہ مقدمہ کو لمبا لٹکایا جاتا ہے۔ ایسے حیلے اور بہانے تلاش کئے جاتے ہیں کہ معاملہ لٹکتا چلا جائے۔ بعض کو اس لئے طلاق نہیں دی جاتی، پہلے میں کئی دفعہ ذکر کر چکا ہوں، کہ یہ خود خلع لے تاکہ حق مہر سے بچت ہو جائے، حق مہر ادا نہ کرنا پڑے۔ تو یہ سب باتیں ایسی ہیں جو تقویٰ سے دُور لے جانے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رحم اور بخشش کے طلب گار ہو تو خود بھی رحم کا مظاہرہ کرو اور بیوی کو اس کا حق دے کر گھر بساؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ کے وسیع رحم سے حصہ لینا چاہتے ہو تو اپنے رحم کو بھی وسیع کرو۔

مَیں نے جو آیت پڑھی تھی اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاِنۡ يَّتَفَرَّقَا يُغۡنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنۡ سَعَتِهٖ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيۡمًا** (النساء:131) اور اگر وہ دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اس کی توفیق کے مطابق غنی کر دے گا اور اللہ بہت وسعتیں دینے والا اور حکمت والا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اصلاح کی اگر کوئی بھی صورت نہیں تو کَالْمُعَلَّقَۃ یعنی لٹکتا ہوا نہ چھوڑ دو۔ پھر اس کا حق دے کر احسن طریق پر اسے رخصت کرو۔ اگر یہ کسی مرد نے کَالْمُعَلَّقَۃ چھوڑا ہے تو اس صورت میں بیوی کو بھی اختیار ہے کہ قاضی کے ذریعہ سے خلع لے لے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک مومن مرد اور ایک مومن عورت تبھی تقویٰ پر چلنے والے ہوں گے۔ جب محبت پیار سے رہنے کی کوششیں کریں گے اور اگر یہ تمام کوششیں ناکام ہو جائیں تو ایک دوسرے سے شرافت سے علیحدہ ہو جائیں۔ اور مرد بھی احسن طور پر عورت کے حقوق ادا کر کے

اسے علیحدہ کردے تو یہی مرد پر فرض ہے اور عورت کا حق ہے۔ اور کیونکہ تقویٰ پر چلتے ہوئے اکٹھے رہنے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں اس لئے علیحدگی ہو رہی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنی وسیع تر رحمتوں اور فضلوں سے دونوں مرد اور عورت کے لئے بہترین سامان پیدا فرما دے گا اور انہیں اپنی جناب سے غنی اور بے احتیاج کردے گا۔ گو ایک حدیث کے مطابق مرد اور عورت کا علیحدہ ہونا اللہ تعالیٰ کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔

(ابوداؤد کتاب الطلاق باب کراھیۃ الطلاق: حدیث نمبر 2178)

لیکن کیونکہ تقویٰ پر چلتے ہوئے اس رشتے کو قائم رکھنے کی تمام تر کوششیں جو تھیں وہ ناکام ہو چکی ہیں اس لئے خدا تعالیٰ جو دلوں کا حال جانتا ہے جب اس کی طرف جھکتے ہوئے یہ فیصلے کرنے پڑیں کہ بحالت مجبوری علیحدگی لینی پڑے، تو وہ اپنے واسع ہونے کی وجہ سے دونوں کے لئے پھر وسیع انتظام فرماتا ہے۔ کیونکہ وہ حکیم بھی ہے اس لئے جو فیصلے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے کئے جائیں وہ پُر حکمت بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس آیت میں ایک اصولی بات یہ بھی بیان ہوگئی ہے کہ رشتوں کے فیصلے جذبات میں آ کر نہیں کرنے چاہئیں۔ نہ ماں باپ کی طرف سے، نہ لڑکے لڑکی کی طرف سے جذباتی پن کا اظہار کرتے ہوئے رشتے طے کرنے چاہئیں بلکہ خدا تعالیٰ جو ہر بات کا جاننے والا اور احاطہ کئے ہوئے ہے اس سے مدد لیتے ہوئے دعا کرکے سوچ سمجھ کر رشتے جوڑنے چاہئیں اور جب ایسے رشتے جڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان میں پھر اللہ اپنے فضل سے وسعتیں بھی پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غنی کر دیتا ہے، ان کے مال میں بھی اللہ تعالیٰ کشائش پیدا کر دیتا ہے۔ ان کے تعلقات میں بھی کشادگی پیدا کر دیتا ہے۔ مَیں نے ابھی طلاق کا ذکر کیا تھا کہ بعض مرد طلاق کے معاملات کو لٹکاتے ہیں اور لمبا کرتے چلے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک تو جب شادی ہو جائے کچھ عرصہ مرد اور عورت اکٹھے بھی رہتے ہیں اور اولاد بھی بسا اوقات ہو جاتی ہے۔ پھر طلاق کی نوبت آتی ہے۔ اس کے حقوق تو واضح ہیں جو دینے ہیں اور مرد کے اوپر فرض ہیں، بچوں کے خرچ بھی ہیں۔ حق مہر وغیرہ بھی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض اوقات ایسے حالات پیش آجاتے ہیں جب ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہوتی یا حق مہر مقرر نہیں ہوا ہوتا تب بھی عورت کے حقوق ادا کرو۔

سورۃ البقرہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّ مَتِّعُوْهُنَّ۔ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ۔ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ۔ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (البقرۃ:237) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورت کو طلاق دے دو جب کہ تم نے ابھی انہیں چھوا نہ ہو یا ابھی تم نے ان کے لئے حق مہر مقرر نہ کیا ہو اور انہیں کچھ فائدہ بھی پہنچاؤ۔ صاحب حیثیت پر اس کی حیثیت کے مطابق فرض ہے اور غریب پر اس کی حیثیت کے مناسب حال۔ یہ معروف کے مطابق کچھ متاع ہو۔ احسان کرنے والوں پر تو یہ فرض ہے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب مرد کی طرف سے رشتہ نہ نبھانے کا سوال اُٹھے، اس کی جو بھی وجوہات ہوں، مرد کا فرض بنتا ہے کہ ان رشتوں کو ختم کرتے وقت عورت سے احسان کا سلوک کرے اور اپنی حیثیت کے مطابق اس کو ادائیگی کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو مرد کو حکم ہے کہ اس وسعت کا اظہار کرو۔ جس خدا نے وسعت دی ہے اگر اس کا اظہار نہیں کرو گے تو وہ اسے روکنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ کشائش دی ہے اگر حق نہیں ادا نہیں کرو گے، احسان نہیں کرو گے تو وہ کشائش کو تنگی میں بدلنے پر بھی قادر ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ لینا ہے تو عورت سے احسان کا سلوک کرتے ہوئے اپنے پر اُس وسعت کا اظہار کرو اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی طاقت اور وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اس لئے فرمایا کہ اگر غریب زیادہ دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اپنی طاقت کے مطابق جو حق بھی ادا کر سکتا ہے کرے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم نیکی کرنے والے اور تقویٰ سے کام لینے ہو تو پھر تم پر فرض ہے کہ یہ احسان کرو۔

آنحضرت ﷺ نے اس کی کس حد تک پابندی فرمائی۔ اس کا اظہار ایک حدیث سے ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایک انصاری نے شادی کی اور پھر اس عورت کو چھونے سے پہلے طلاق دے دی اور اس کا مہر بھی مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ یہ معاملہ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ ﷺ

نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے احسان کے طور پر اسے کچھ دیا ہے؟ تو اس صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ! میرے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں کہ مَیں اسے کچھ دے سکوں تو آپﷺ نے فرمایا کہ اگر کچھ نہیں ہے تو تمہارے سر پر جو ٹوپی پڑی ہوئی ہے وہی دے دو۔

(روح المعانی جلد نمبر 1 صفحہ 746,745 تفسیر سورۃ البقرۃ زیر آیت 237)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتﷺ نے عورت کے حقوق کا کس قدر اظہار فرمایا اور خیال رکھا۔ یہ تو صورت حال بیان ہوئی ہے کہ اگر حق مہر مقرر نہیں بھی ہوا تو کچھ نہ کچھ دو۔ اور اگر حق مہر پہلے مقرر ہو چکا ہے تو اس صورت میں کیا کرنا ہے؟ اس کا بھی اگلی آیات میں بڑا واضح حکم ہے کہ جب حق مہر مقرر ہو چکا ہو تو پھر ایسی صورت میں اس کا نصف ادا کرو۔ اس طرح سے قرآن کریم نے عورتوں کے مردوں پر اور ان کے خاندانوں پر حقوق قائم فرمائے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ مردوں کے کیا فرائض ہیں۔ ان کے رشتوں کے بارہ میں یا بچوں کی رضاعت کے بارہ میں بڑے واضح احکامات بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کی بھی ذمہ داریاں ہیں جو بڑے واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہیں۔ جو اولاد اور خاوندوں کے بارہ میں ہیں ان کو ادا کرنا عورتوں پر فرض ہے۔ اور مرد اور عورت کے یہ تمام حقوق اور ذمہ داریاں جو ایک دوسرے پر ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ تمام ذمہ داریاں ہم نے تمہاری طاقتوں اور استعدادوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے ان کے مطابق تم پر ڈالی ہیں اس لئے انہیں ادا کرو۔ ان کی ایک تفصیل ہے جو مَیں اس وقت بیان نہیں کروں گا۔ اس وقت دو باتیں جو مَیں نے بیان کی ہیں وہ کافی ہیں۔ اس تعلق میں ایک تو یہ بیان کرنا چاہتا تھا کہ بیویوں کے حقوق کے بارہ میں آنحضرتﷺ کا اسوہ حسنہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر آپﷺ نے ان حقوق کی ادائیگی کے اعلیٰ ترین معیار کس طرح قائم فرمائے۔ اور دوسری کہ اس اسوہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہوئے ہر احمدی مسلمان کو ان حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دینا کس قدر ضروری ہے۔ خاص طور پر وہ فرائض جو اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ذمہ ڈالے ہیں۔

اب مَیں ایک اور امر کی طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں جو جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے عام تو نہیں ہے لیکن اس کی آواز بھی کہیں کہیں احمدی معاشرے میں سنی جانے لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی سورۃ الانعام میں فرماتا ہے کہ وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ حَتّٰى يَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ ۚ لَا نُـكَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا ۚ وَاِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ۚ وَبِعَهۡدِ اللّٰهِ اَوۡفُوۡا ؕ ذٰ لِكُمۡ وَصّٰٮكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ (الانعام:153) اور سوائے ایسے طریق کے جو بہت اچھا ہو یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو۔ ہم کسی جان پر اس کی وسعت سے بڑھ کر ذمہ داری نہیں ڈالتے اور جب بھی تم کوئی بات کرو تو عدل سے کام لو۔ خواہ کوئی قریبی ہی کیوں نہ ہو اور اللہ کے ساتھ کئے گئے عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ امر ہے جس کی وہ تمہیں سخت تاکید کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ اس آیت میں تقریباً پانچ باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کرنے کے لئے ہمیں کہا ہے۔ اس کے علاوہ پہلی بات تو یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہے کہ ہم کسی پر کوئی ذمہ داری اس کی وسعت سے بڑھ کر نہیں ڈالتے اور جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وسیع تر علم کی وجہ سے جانتا ہے کہ بندے کی استعدادیں کیا ہیں اور کس حد تک ہیں۔ پس جو احکامات بھی خدا تعالیٰ نے دیئے ہیں وہ ہماری طاقت کے اندر ہیں جنہیں ہم بجالا سکتے ہیں اس آیت میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سب سے پہلے تو یہ حکم ہے کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے احسن طریق کے اور یتیموں کا مال جن کے پاس آتا ہے وہ اس کے امین ہیں۔ اس لئے انہیں ان یتیموں کی بہتری کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ اس آیت سے ایک دو آیتیں پہلے فرمایا کہ تمہاری پہلی کوشش تو یہ ہو کہ یتیموں کا مال محفوظ رہے اور ان کی تعلیم و تربیت اپنے طور پر کرو لیکن اگر کوئی صاحب حیثیت نہیں اور خرچ برداشت نہیں کرسکتا تو وہ احتیاط سے ان کے مال میں سے ان پر خرچ کرے نہ کہ ان کے بڑے ہونے تک تمام مال ہی لوٹا دے۔ پس صحیح ایماندار وہی ہے جو یتیموں کے بڑے ہونے تک ان کی دولت اور جائیداد کے امین ہونے کا صحیح حق ادا کرتا ہے اور صحیح حق اس وقت ادا ہوتا ہے کہ جس طرح کسی کو اپنے سرمائے کا درد ہو اور سوچ سمجھ کر وہ اسے کاروبار میں لگاتا ہے۔ تجارت پر لگاتا ہے،

منافع پر لگا تا ہے۔ یا منافع بخش کاروبار پر لگاتا ہے۔ صرف منافع پر تو کوئی کاروبار نہیں ہوتا کیونکہ صرف منافع پر ہی لگایا جائے تو وہ سود کی صورت بن جاتی ہے۔ بہر حال جس طرح اپنے مال کا درد ہے اسی طرح یتیموں کے مال کا بھی درد ہونا چاہئے۔ حکم ہے کہ یتیموں کے مال کو بھی اسی طرح انویسٹ (Invest) کرو تا کہ اس کاروبار میں برکت پڑنے کی وجہ سے ان کو منافع حاصل ہو یا ان کی جائیداد بڑھے۔ اور جب وہ بڑے ہوں تو ان کو اپنے کاروبار کی وسعت نظر آتی ہو۔ تو اس سے وہ باوجود یتیم ہونے کے معاشرے کا ایک باوقار اور باعزت حصہ بن جائیں گے۔ لیکن بعض دفعہ بعض شکایات آتی ہیں جن میں رشتہ داروں کی طرف سے یتیموں کے مالوں کی حفاظت میں دیانتداری سے کام نہیں لیا گیا ہوتا۔ کسی رشتہ دار کے پاس اس کے یتیم بھتیجے بھانجے ہیں تو ان کے مال سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا مال کھانے سے ان کے مال میں ان کی جائیدادوں میں کبھی وسعت پیدا نہیں ہوسکتی اور اگر وہ اس دنیا میں کوئی مالی منفعت حاصل کر بھی لیں تو وہ اس طریقے سے پھر اللہ تعالیٰ کے اس انذار کے نیچے آنے والے ہوں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو یتیموں کا مال کھانے والے ہیں اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (النساء:11) کہ وہ صرف اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور جو ان ظلم کرنے والوں کے مددگار بنتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے باہر نہیں نکل رہے ہوتے۔ جس کا اسی آیت میں آگے ذکر آیا ہے کہ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى کہ عدل سے کام لو خواہ کوئی قریبی ہو۔

پس یہ بہت خوف کا مقام ہے کہ یتیموں کے مال کی حفاظت بھی کی جائے اور اگر کوئی غلط طریقے سے اس کو استعمال کر رہا ہے تو اس کا کبھی مددگار نہ بنا جائے۔ پھر یتیموں کے مالوں کی حفاظت اور ان کے بالغ ہونے پر ان کا ان کے سپرد مال کرنے کے حکم کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ یعنی کاروبار میں دھوکہ نہ کرو۔ کیونکہ قوموں پر آنے والی تباہیوں میں یہ کاروباری دھوکے جو ہیں ایک وجہ بن جاتے ہیں۔ صحابہؓ کا طریق یہ تھا کہ بعض دفعہ ایسے موقعے پیدا ہوتے تھے کہ اگر بظاہر گاہک کو مال میں نقص نہ بھی نظر آ رہا ہو تب بھی اپنے مال کے بارہ میں وہ خود بتاتے تھے کہ اس میں یہ یہ نقص ہے تا کہ کسی کو بھی دھوکہ نہ ہو۔ عدل کا مَیں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ آخر پہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کئے گئے اپنے عہد کو پورا کرو۔ پہلی باتیں تو معاشرے کی بہتری کے لئے اور ان کے حقوق قائم کرنے کے لئے ہیں۔ لیکن ان پر عمل بھی تبھی ہوسکتا ہے جب یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کا علم وسیع تر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون کس حد تک عہد نبھا رہا ہے۔ جب اپنے عہدوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات کو سامنے رکھتے ہوئے پورا کرو گے تبھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا صحیح حق ادا کرسکو گے اور جب یہ باتیں تمہیں سمجھ آ جائیں گی تو تبھی سمجھا جائے گا کہ تم نے نصیحت پکڑی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر سختی سے عمل کرنے پر کاربند ہونے کی کوشش کی ہے۔ اور دل میں یہ خیال نہ لایا جائے کہ یہ کام میری استعدادوں اور صلاحیتوں سے بالاتر ہے بلکہ ہمیشہ یہ کوشش کرو کہ جو بھی احکامات اللہ تعالیٰ کے ہیں ہماری صلاحیتوں کے اندر ہیں اور ہم نے ان کو بجالانا ہے۔ جب ہماری یہ سوچ ہوگی اور اس پر عمل کرنے کی کوشش ہوگی تو ہم اللہ تعالیٰ کے اس وعدے اور اس خوشخبری سے محض اور محض اس کے فضل سے حصہ پانے والے ہوں گے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (الاعراف:43) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہم ان میں سے کسی جان پر وسعت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جو جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اللہ کرے کہ ہم ہمیشہ اُس خدا کے آگے جھکنے والے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں جس نے ہماری استعدادوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے ہمیں اعمال بجالانے کا حکم دیا ہے۔ جس نے ہم پر ہماری محدود وسعت کے مطابق اعمال کا بوجھ ڈالا ہے لیکن ساتھ ہی اپنی بے کنار اور بے انتہا اور وسیع تر نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بخشش کی چادر میں لپیٹنے کی خوشخبری بھی دی ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اس کی وسیع تر رحمت اور شفقت کی وجہ سے ایمان میں بڑھنے اور نیک اعمال بجالانے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مقاصدِ نکاح

(سعیدہ نعیم)

نکاح مرد اور عورت کے درمیان شریعت بتانے والے کی عائد کردہ شرائط کے مطابق ایک شرعی معاہدہ ہے جو جنسی فطرت کو حدود اللہ کا پابند کر کے فریقین کے درمیان جنسی تعلق کو جائز اور اولاد کے نسب کو صحیح ٹھہراتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس کا مقصد جائز اولاد پیدا کرنا ہے چونکہ اسلام دینِ فطرت ہے اس لئے اس نے طبعی حوائج اور جبلّی ضروریات کو کُلّیۃً نظر انداز کرنے یا دبانے کی اجازت نہیں دی اور تجرّد اور جنسی تعلقات سے اجتناب کی زندگی کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "اِنَّ الرَّھْبَانِیَّہَ لَمْ تُکْتَبْ عَلَیْنَا"، یعنی رہبانیت اور ترکِ دُنیا کا ہمیں حکم نہیں دیا گیا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "نکاح میری سنّت ہے اور جو شخص میری سنّت کو ترک کرتا ہے میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں۔"

نکاح کا مقصد انسانی نسل کو قائم رکھنا، عزّت کی حفاظت، پیار و محبت کا حصول اور سکون پر مبنی پُر امن عائلی زندگی کی ضمانت مہیا کرنا ہے۔ شادی کا مقصد مرد اور عورت کو شیطانی وساوس اور شہوانی حملوں سے محفوظ رکھنا ہے۔ یعنی نکاح ایک تمدّنی معاہدہ ہے جو عاقل بالغ مرد اور عاقلہ بالغہ عورت آپس میں زبانی یا تحریری کرتے ہیں۔ اور اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی عزّت کی حفاظت کریں اور بھلائی کا سامان کر کے ایک گھر آباد کریں تاکہ اس سے کنبہ کی بنیاد پڑے۔

ہر عاقل، بالغ احمدی نکاح کرنے کا اہل ہے۔ چونکہ نکاح کے نتیجہ میں فریقین پر ایسے حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں جس کے فریقین شرعاً اور قانوناً پابند ہوتے ہیں اِس لئے اِس معاہدہ کے دو بنیادی اَوصاف یعنی عقل اور بلوغت کا پایا جانا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ دیوانہ، عقل کی خرابی والا اور نابالغ خود اپنا نکاح کرنے کے اہل نہیں ہیں ہاں ان کی طرف سے ان کے ولی یہ معاہدہ کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں عقل میں خرابی والے یا نابالغ کا ولی بوجہ نائبِ منکوحہ کے روٹی، کپڑا، گھر کے خرچ اور مہر کا ذمّہ دار ہوگا۔

نکاح کی اغراض کے لئے مرد اور عورت کی بلوغت طبعی کافی اور معتبر ہے۔ تاہم ملکی حالات اور علاقہ کی آب و ہوا کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرد اور عورت کی بلوغت کی اوسط عمر متعین کرنے کے لئے مناسب قانون بنایا جا سکتا ہے۔ اغراضِ نکاح کے لئے شرعاً لڑکا یا لڑکی اُس وقت بالغ سمجھے جائیں گے جب وہ جسمانی نشو و نما کے اعتبار سے بالغ ہو جائیں گے جس کی ایک طبعی علامت لڑکے کے لئے احتلام اور لڑکی کے لئے حیض کا شروع ہونا ہے۔ بلوغت کی یہ عمر خاندانی حالات، خوراک، صحت اور ملکی آب و ہوا کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔

عاقل بالغ مرد اپنے نکاح کے لئے خود رضامندی دے گا البتہ عاقل بالغ عورت کی اپنی رضامندی کے علاوہ اس کے ولی کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ چونکہ نکاح سے متعلق جملہ حقوق و فرائض براہِ راست مرد سے وابستہ ہیں جیسے حق مہر کی ادائیگی، بیوی اور بچوں کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اور ان حقوق و فرائض کی ادائیگی کسی وکیل یا ولی کے ذمّہ واجب نہیں ہوتی اِس لئے صحتِ نکاح کے لئے عاقل بالغ مرد کی اپنی رضامندی ہی کافی اور بھروسے کے قابل ہے۔

نکاح میں مرد کا عورت کے لئے ہم کفو ہونا مستحسن ہے۔ کفو کے لفظی معنی ہم پلّہ اور برابر ہونے کے ہیں۔ کفائیت کا اصل مقصد فریقین کی ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا کرنا ہے۔ کفو میں مذہب، دینداری اور معاشرتی یکسانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ نسب، پیشہ، تعلیم، عمر اور صحت کو بھی مدّ نظر رکھ لیا جائے تو اس میں برکت اور معاشرتی بہتری ہے۔

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یعنی اہلی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کسی عورت سے شادی کرنے کے سلسلہ میں جن

باتوں کو مدّنظر رکھا جاتا ہے ان میں مندرجہ ذیل چار اُمور کو زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ اوّل: عورت کے خاندان کی مالی حالت دوئم: عورت کی خاندانی وجاہت۔ سوئم: عورت کا حسن و جمال چہارم: عورت کی دینداری اوراس کی حسنِ سیرت تاہم ایک مومن کو چاہئے کہ وہ حسنِ سیرت اور دینداری کے پہلو کو ترجیح دے۔'' (بخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین جلد 2 صفحہ 762)

نکاح فریقین کے ایجاب وقبول اور معروف طریقہ پر اس کے اظہار سے منعقد ہوتا ہے۔ یہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو اور اس کا عام اعلان ہو۔ ایجاب وقبول کے معنی ہیں کہ ایک فریق کی طرف سے مقرر کردہ شرائط کے مطابق نکاح کی تجویز ہو اور دوسرا فریق اسے قبول کرے۔ ایجاب وقبول کے لئے الفاظ کی کوئی پابندی نہیں الفاظ خواہ کچھ ہوں لیکن واضح اور غیر مبہم ہونے چاہئیں جن سے نکاح اور باہمی رشتہ ازدواج پر رضامندی کا اِظہار ہو اور ایسے اظہار سے نکاح پر رضامندی کے علاوہ اور کوئی مفہوم نہ نکلتا ہو۔ (زبانی اِظہار کے علاوہ تحریری طور پر بھی رضامندی کا اِظہار کیا جائے تو بلحاظ ثبوت ایسا ایجاب وقبول زیادہ معتبر اور مستند ہوگا۔) ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول ہو۔ نکاح میں ایجاب وقبول اصالتاً بھی ہوسکتا ہے اور وکالتاً بھی۔ یعنی لڑکی کے لئے خود مجلس میں حاضر ہوکر ایجاب وقبول کرنا لازمی نہیں اس کا وکیل اس کی طرف سے رضامندی کا اظہار کرسکتا ہے اور معروف کے لحاظ سے یہ طریق زیادہ پسندیدہ ہے۔ نکاح کا اعلان ایسے رنگ میں ہونا چاہئے کہ عام لوگوں کو اس کا علم ہوجائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کرو خواہ دف کے ذریعہ ہو۔ حدیث نبوی ﷺ کا ترجمہ یہ ہے۔ ''یعنی نکاح کا اعلان کرو۔ مسجد میں پڑھاؤ اور اس کے اِعلان کے لئے دف بجاؤ'' (ترمذی کتاب النکاح باب اعلان النکاح وابن ماجہ: ص 136)

صحتِ نکاح کی تین بنیادی شرائط ہیں۔

پہلی شرط: عورت موانع سے خالی ہو سے مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسی وجہ نہ ہو جس کی بناء پر اس مرد کا اس عورت سے نکاح نہ ہوسکتا ہو۔ ایسی عورتیں جن سے اس قسم کے موانع کی وجہ سے نکاح نہیں ہوسکتا ''محرمات'' کہلاتی ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں۔ **ابدی محرّمات:** یعنی ایسی عورتیں جن سے کبھی بھی نکاح جائز نہ ہو۔ **وقتی محرّمات:** یعنی ایسی عورتیں جن سے نکاح کسی شرعی روک کی وجہ سے جائز نہ ہو اور اس روک کے دُور ہوجانے پر نکاح جائز ہوجائے۔

دوسری شرط: عورت اور اس کا ولی دونوں اس نکاح پر راضی ہوں... نہ تو محض ولی کی رضامندی سے نکاح ہوسکتا ہے نہ صرف عورت کی رضامندی سے۔ فقہ احمدیہ کی رُو سے لڑکی خواہ بالغ ہو یا نابالغ۔ کنواری ہو یا غیر شادی شدہ اس کا نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر درست نہیں کیونکہ صحت نکاح کے لئے جہاں عورت کی اپنی رضامندی ضروری ہے وہاں ولی کی رضامندی بھی لازمی ہے۔

تیسری شرط: معاہدہ نکاح کے کم ازکم دو گواہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یعنی عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ۔ ترجمہ: یعنی کوئی نکاح ولی کی رضامندی اور دو عادل گواہوں کے بغیر درست نہیں ہوتا اور جو نکاح اس کے بغیر ہو وہ باطل ہے۔ (اخرجه ابن حبان فی صحیحه بحواله نصب الرایه صفحه:167)

گواہوں کے لئے عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔ مرد گواہ رکھے جائیں بشرطِ ضرورت ایک مرد اور دو عورتیں بھی انعقادِ نکاح کے گواہ بن سکتے ہیں۔ جس شخص سے بوقتِ ضرورت سچی گواہی کی توقع نہ ہو اس کو گواہ بنانا بیکار ہے۔

استحاق ولایت نکاح: ولایت کا حق کسے ہے اس لحاظ سے سب سے مقدم ولی عورت کا باپ ہے اس کے بعد علی الترتیب دادا، سگا بھائی، سوتیلا بھائی، چچا وغیرہ نکاح کے لئے ولی ہوسکتے ہیں۔ فقہ احمدیہ کی رُو سے ولی کے مفہوم میں عمومیّت ہے جدّی قریبی رشتہ دار بھی ولی ہے اور جماعت احمدیہ کے امام کو بھی ولایت عامہ حاصل ہے۔ اگر کسی عورت کا کوئی قریبی جدی رشتہ دار ولی نہ ہو یا انصاف سے کام نہ لے اور اس حق کے استعمال میں لڑکی کا مفاد اس کے مدّنظر نہ ہو اور لڑکی پر جبر کررہا ہو تو لڑکی یا اس کے وکیل مجاز کی درخواست پر امام جماعت (خلیفۂ وقت) خود یا اس غرض کے لئے ان

کا مقرر کردہ نمائندہ کسی اور مناسب آدمی کو ولی نکاح مقرر کر سکتا ہے۔ جو لڑکی کی رضا مندی اور اس کے مفاد کے مطابق یہ فریضہ انجام دے گا۔ اور اس کی یہ کارروائی درست اور معتبر ہوگی۔

مہر اُس مالی منفعت کا نام ہے جو نکاح کے نتیجہ میں خاوند کی طرف سے بیوی کو واجب الادا ہے اور جس پر بیوی کلّی تصرّف کا حق رکھتی ہے۔ نکاح کی صحت کے لئے پہلے سے حق مہر مقرر کرنا ضروری نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ ترجمہ: یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو اس وقت بھی طلاق دے دو جبکہ تم نے ان کو چھوا تک نہ ہو یا مہر نہ مقرر کیا ہو۔ (سورۃ البقرۃ: آیت: 237)

البتہ رخصتی ہو جانے کے بعد پورا حق مہر خود بخود واجب ہو جاتا ہے اور اگر حق مہر مقرر نہ ہو تو مہر مثل کی ادائیگی واجب ہوتی ہے خواہ نکاح کے وقت مہر کا ذکر آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی نکاح بغیر ''حق مہر'' کے نہیں۔ حق مہر کی ادائیگی خاوند کے ذمّہ واجب ہے جیسا کہ فرمایا:
وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۔ ترجمہ: یعنی عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔ (سورۃ النساء۔ آیت: 5)

مہر بیوی کا حق ہے وہی اس کی مالک ہے وہ جس طرح چاہے اسے اپنے مصرف میں لا سکتی ہے خاوند کی وفات پر اگر مہر واجب الادا ہو تو دیگر قرضوں کی طرح حق مہر کی ادائیگی بھی خاوند کے ترکہ سے لازمی ہے۔

مہر کی رقم خاوند کی مالی حیثیت کے مطابق ہونی چاہئے۔ جماعت احمدیہ کا مسلک یہ ہے کہ حق مہر نہ اتنا کم ہو کہ وہ عورت کے وقار کے منافی محسوس ہو اور شریعت کے ایک اہم حکم سے مذاق بن جائے اور نہ اتنا زیادہ کہ اس کی ادائیگی طاقت سے بڑھ کر ہو جائے۔ اس اصول کی بناء پر خاوند کی جو بھی مالی حیثیت ہو اس کے مطابق چھ ماہ سے بارہ ماہ تک کی آمدنی کے برابر حق مہر کو معقول اور مناسب خیال کیا گیا ہے۔

نوٹ: مضمون مقاصد نکاح کی تفصیل ''فقہ احمدیہ'' صفحہ نمبر 16 تا 49 ایڈیشن 2004 سے لی گئی ہے۔

رخصتانہ

یہ راحت جاں نورِ نظر تیرے حوالے
یا رب میرے گلشن کا شجر تیرے حوالے

ظاہر میں اسے غیر کو میں سونپ رہا ہوں
کرتا ہوں حقیقت میں مگر تیرے حوالے

پہنے ہے یہ ایمان کا اخلاق کا زیور
یہ لعل یہ الماس و گہر تیرے حوالے

یہ شاخ قلم کرتا ہوں پیوند کی خاطر
اتنا تھا میرا کام ''ثمر'' تیرے حوالے

سنت تیرے مرسل کی ادا کرتا ہوں پیارے
دلبند کو سینہ سے جُدا کرتا ہوں پیارے

(از دُرِّ عدن صفحہ 59,58)

میاں بیوی کے حقوق وفرائض اور تربیتِ اولاد

(شمع شاکر)

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ رَقِيْبًا۔

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رحموں کے تقاضوں کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔ (سورۃ النساء آیت:2)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ایک مشترکہ مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے مرد اور عورت، خاوند اور بیوی اس مشترک مقصد کی تلاش میں رہو اور اسے ڈھونڈو۔ وہ مقصد یہ ہے کہ نیا رشتہ قائم ہو جانے کے بعد معاشرے کے امن کے لئے دونوں کوشش کرو اور اس کی ابتداوہ ہے جو اس رشتہ کی وجہ سے دو خاندانوں کے بندھن کے ذریعہ آپس میں تعلق پیدا ہوا ہے پس اس نہج پر چلو کہ رشتوں میں مضبوطی آئے لڑکی کو سسرال کی بات بری لگے تو صبر اور دعا کے ذریعہ سے اس کا بہتر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرے۔ یہ حکم صرف لڑکی کے لئے نہیں ہے بلکہ آپس کے تعلقات نبھانے کے لئے اسی طرح لڑکے کو بھی صبر اور دعا کا حکم ہے۔ اسی طرح دونوں طرف کے خاندانوں کا بھی فرض ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی غلط طور پر رہنمائی، یا باتیں کر کے رشتوں میں دراڑیں ڈال کر امن وسکون برباد نہ کریں۔

اس آیت میں جو یہ فرمایا کہ رحموں کے تقاضوں کا خیال رکھو تو اس کے گہرے علمی معنوں کے بارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ! رحمی رشتے صرف اپنے رحمی رشتے نہیں ہیں بلکہ خاوند اور بیوی کے جو اپنے اپنے رحمی رشتے تھے وہ شادی کے بعد ایک دوسرے کے رحمی رشتے بن جاتے ہیں۔ یعنی خاوند کے ماں باپ بہن بھائی، بیوی کے ماں باپ بہن بھائی بن جاتے ہیں اور اسی طرح خاوند کے ماں باپ بہن بھائی، بیوی کے ماں باپ بہن بھائی بن جاتے ہیں۔ ان کے حق دونوں کو اس طرح ادا کرنے چاہئے جس طرح اپنے رشتہ داروں یعنی ماں باپ بہن بھائی کے حق ادا کرتے ہو اور جو رحمی رشتوں کا پاس کرنے والا ہوگا ان کا خیال رکھنے والا ہوگا اس کی قبولیت دعاؤں کی خوشخبری بھی اس میں دے دی گئی ہے پھر اس سے روحانی ترقی کے راستے بھی کھلتے ہیں۔ یعنی شادی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا تعلق صرف دنیا کی خاطر نہیں صرف ظاہری نسل چلانے کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے میں بھی کردار ادا کرتا ہے اور پھر اولاد کی اچھی تربیت کرنے میں بھی کردار ادا کرتا ہے۔

اور اسی طرح اس آیت میں یہ سبق بھی دے دیا ہے کہ اس شادی کے نتیجہ میں جو تمہاری اولاد پیدا ہوگی اس کی نیک تربیت تم دونوں پر فرض ہے۔ تا کہ آئندہ معاشرہ میں نیکیاں پھیلانے والی نسل چلے۔ اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔ اللہ کا تقویٰ کیا ہے؟ اللہ کا تقویٰ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرنا۔ اپنی تمام ذاتی خواہشات کو پیچھے چھوڑ دینا اور صرف اور صرف یہ مقصد سامنے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یاد رکھو مجھے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ میں تمہارے ہر فعل اور عمل پر ہر وقت نگرانی کر رہا ہوں۔ پس اگر میاں بیوی اس حکم کو سامنے رکھیں تو وہ ان احکام کی تلاش بھی کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے نکاح کی آیات میں پانچ دفعہ تقویٰ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ پس ہو ہی نہیں سکتا کہ جو اس حد تک خدا تعالیٰ کے تقویٰ کو مدِنظر رکھے اس کے گھر فساد یا لڑائی جھگڑے پیدا ہوں۔ پس جہاں مرد کی یہ ذمہ داری کہ اپنی شادی اور عائلی تعلقات کو خدا کی رضا کا ذریعہ بنائے اسی طرح عورت کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ ذاتی خواہشات اور جذبات کو ایک بڑے مقصد کے لئے قربان کرے۔ اور وہ بڑا مقصد اللہ تعالیٰ سے تعلق اور نیک نسل

کا پھیلانا ہے۔اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان آیات کا انتخاب کیا۔

شادی جو سب سے زیادہ جذبات کی تسکین اور لذّت کا ذریعہ ہے، اسی کو سب کچھ نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اس میں تقویٰ، اللہ تعالیٰ کے خوف، اگلی نسلوں کی تربیت، معاشرہ کے امن کو نہیں بھولنا چاہئے، صرف اپنی ذاتی لذّات کے بجائے گھر کے ماحول کو پر سکون بنانے کے لئے آپس میں اعتماد کی فضا ہو۔ اور اس اعتماد کی فضا تک جانے کا راستہ صاف اور سچائی سے پُر باتیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اپنے تمام کام کی انجام دہی ہے کیوں کہ اس سے اعتماد پیدا ہوتا ہے اور رشتوں میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور یہی تقویٰ ہے۔

بہت سے مسائل گھروں میں اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ اگر مرد غلطی کرے اور عورت بھی ویسا ہی رِدِّعمل دکھاتی ہے تو جھگڑے کم ہونے کے بجائے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ مردوں کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ عورتوں کا خیال رکھیں اور ان کا حق ادا کریں۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر مرد کو پتہ ہو کہ بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں اس پر کتنا بڑا گناہ ہے اور وہ کس طرح خدا کی پکڑ میں آئے گا تو اس سزا کے خوف سے شاید مرد شادی ہی نہ کریں۔ اور بیوی کے ظاہری حق کے بارے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے بیوی کا حق یہ ہے کہ خاوند جو کھائے بیوی کو کھلائے، خاوند جو پہنے بیوی کو پہنائے، اسے گھر سے نہ نکالے۔ اور پھر آنحضرت ﷺ نے مردوں کے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو بیویوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔

عورتوں کے مقام کی آنحضرت ﷺ نے کیا خوب تعریف فرمائی ہے۔ فرمایا دنیا سامانِ زیست ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر کوئی سامانِ زیست نہیں۔ پس اس میں جہاں مردوں کو توجہ دلائی کہ نیک عورت سے شادی کرو وہاں عورت کے لئے بھی غور کا مقام ہے کہ اپنی زندگیوں کو اس طرح ڈھالنے کی کوشش کریں جس طرح خدا اور اس کے رسول چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے بہترین بیوی کی کیا تعریف فرمائی، فرمایا کہ جو اپنے خاوند کے کام کو خوشی سے بجالائے اور جس سے روکے اس سے رُک جائے۔

جس گھر کی آنحضرت ﷺ نے تعریف فرمائی اور اس کے لئے پھر رحم کی دعا مانگی وہ گھر ہے جس میں رات کو خاوند نوافل کی ادائیگی کے لئے اُٹھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، اگر گہری نیند میں ہے تو پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے۔ اسی طرح اگر عورت پہلے جاگے تو یہی طریق خاوند کو جگانے کے لئے اختیار کرے۔ جب اس طرح گھروں میں خاوند بیوی کے نوافل کی ادائیگی کے ساتھ راتیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جاگیں گے تو وہ گھر جنت نظیر ہوں گے۔

اسی طرح عورت کو آنحضرت ﷺ نے عبادت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عبادت کی کچھ حدود مقرر فرمادی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرض روزے تو فرض ہیں لیکن خاوند کی اجازت کے بغیر عورت نفلی روزے نہ رکھے اور آپس کی اعتماد کی فضاء کو قائم رکھنے کے لئے اس بات کی بھی تلقین فرمائی کہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر کے اندر نہ آنے دے۔ اسی طرح مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم مومن ہو تو اپنی مومنہ بیوی سے کبھی نفرت بغض نہ رکھو اور اس کی ان باتوں پر نظر رکھو جو اچھی اور پسندیدہ ہیں۔ بلاوجہ کے نقص نہ نکالتے رہو۔

امّ المومنین حضرت امّاں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چند نصائح جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی کے وقت انہیں کی تھیں۔ کہ خاوند سے چھپ کر یا وہ کام جسے خاوند سے چھپانے کی ضرورت سمجھو، ہرگز نہ کرنا۔ شوہر نہ دیکھے مگر خدا دیکھتا ہے، اور بات آخر کار ظاہر ہو کر عورت کی وقعت کھو دیتی ہے۔ اس کی عزت اور احترم نہیں رہتا۔ فرمایا اگر کوئی کام خاوند کی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے تو ہرگز کبھی نہ چھپانا۔ صاف کہہ دینا کیونکہ اسی میں عزت ہے اور چھپانے میں آخر بے عزتی اور بے وقری کا سامنا ہوتا ہے عورت کا وقار گر جاتا ہے۔

حضرت امّاں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بیٹی کو نصیحت فرماتی ہیں کہ خاوند کے عزیزوں کو اور عزیزوں کی اولاد کو اپنا جاننا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے بھی ایک بات ہے کہ ایک دوسرے کے رحمی رشتوں کو اپنا سمجھو۔فرمایا کہ کسی کی برائی تم نہ سوچنا خواہ تم سے کوئی برائی کرے تم سب کا بھلا دل میں بھی چاہنا۔تمہارے سے کوئی برائی کرتا ہے کرے لیکن تم دل میں بھی کبھی کسی کی برائی کا خیال نہ لانا اور عمل سے بھی بدّی کا بدلہ نہ لینا۔دیکھنا پھر خدا ہمیشہ تمہارا بھلا کرے گا۔

قرآنِ کریم کی سورۃ النساء آیت 35 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ**۔

ترجمہ! پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے۔

پس وہی عورت فرمانبردار ہوسکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ پر یقین ہو،اس کا خوف اور خشیت اس کے دل میں ہو۔غیب میں جن چیزوں کی حفاظت کا حکم ہے۔ان میں اپنے خاوند کے بچوں کی تربیت کی نگرانی اور ان کی دیکھ بھال بھی ہے۔اور یہ بہت بڑی ذمہ داری عورت پر بچوں کی تربیت کی ہے،نہ پورا کرنے کی صورت میں نہ وہ صالحات میں شمار ہوسکتی ہے،نہ قانتات میں شمار ہوسکتی ہے،نہ اس نسل کی حفاظت کا حق ادا کرسکتی ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اس پر ڈالی ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے گھر کی نگران ہے اور اس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔

(بخاری کتاب الاستقراض واداالدیوان۔۔۔باب العبدراع فی مال سیدہ۔۔۔حدیث 2409)

رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا۔(سورۃ الفرقان آیت:75)

ترجمہ:اے ہمارے ربّ!ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

پس یہ دعا جہاں مردوں کے لئے اہم ہے وہاں عورتوں کے لئے بھی اہم ہے کہ ایک دوسرے کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں۔جب ایک دوسرے کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کی دعا کر رہے ہوں گے تو ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک کی طرف بھی نظر ہوگی۔ایک دوسرے کی برائیوں سے صرفِ نظر ہوگی اور ایک دوسرے کی خوبیوں پر نظر ہوگی۔جب مرد اور عورت ایک دوسرے کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں گے تو آئندہ آنے والی نسلیں بھی ماں باپ کے نیک نمونے دیکھ کر ماں باپ کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کی کوشش کریں گی۔ایک گھرانے کا سربراہ ہی اپنے گھر کا امام ہے۔جو یہ کہتا ہے کہ مجھے متقیوں کا امام بنا۔یعنی میری نسل سے نیک لوگ ہی پیدا ہوں۔جب مرد یہ دعا مانگ رہا ہوگا تو وہ اپنی بیوی اور بچوں کے متقی ہونے کی دعا مانگ رہا ہوگا۔جب عورت دعا مانگ رہی ہوگی تو گھر کے نگران کی حیثیت سے اپنے بچوں کے لئے دعا مانگ رہی ہوگی۔جب اس شوق کے ساتھ دعا ہوگی تو پھر اپنے آپ کو بھی تقویٰ پر قائم رکھنے کی کوشش ہوگی اور پھر ایسا گھر جنت کا نظارہ پیش کرنے والا ہوگا۔جس میں سب بڑے،بچے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کوشش کر رہے ہوں گے۔اور ایسے ماں باپ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ بچے ان کے لئے ثواب کا موجب بھی بن رہے ہوں گے۔اور بچوں کی نیکیاں ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بن رہی ہوں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کے عمدہ اور نیک چلن ہونے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔نہ کبھی دعا کرتے ہیں اور نہ مراتبِ تربیت کو مدّنظر رکھتے ہیں۔(تربیت کے جو مختلف مرتبے ہیں ان کو بھی مدِ نظر نہیں رکھتے۔ہر عمر کے لحاظ سے تربیت کے مختلف پہلو ہیں ان کو سامنے رکھنا چاہئے) فرمایا کہ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 562)

پس ہر عورت اور مرد کو دعاؤں اور اپنی عملی حالت میں کوشش کے ساتھ تبدیلی کرکے نیک نمونہ بننا چاہئے تاکہ ان لوگوں میں شامل ہوں جو نہ صرف اپنی نیک حالتوں کی فکر میں رہتے ہیں بلکہ انہیں اپنی نسلوں کی بھلائی کی بھی فکر رہتی ہے۔اور یہی کامیابی کی نشانی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حقوق کے حصول سے زیادہ اپنے فرائض کی انجام دہی کی طرف توجہ دینے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

جا پیا دیس جا

چھوڑ کر اپنے بابا کا آنگن
بتا جا رہی ہو کہاں
بھر کے آنچل میں بچپن کی یادیں
بتا جا رہی ہو کہاں
جا میری لاڈلی ہو تجھے وہ عطا
جو تھا مانگا سدا
دے رہی ہے دُعا تجھ کو میّا تیری
جا پیا دیس جا
میری بٹیا کی آنکھوں میں جھل مل کریں
جگ کی رعنائیاں
گا رہی ہے فضا لے کے دامن میں
خوشیوں کی شہنایاں
ہر قدم پر بہاروں کا جھرمٹ ملے
شادمانی کا ہر راستہ خود ملے
جھولیوں میں دعائیں سمیٹے ہوئے
اماں ابّا کی چاہت لپیٹے ہوئے
جا میری لاڈلی اپنے بلما کے سنگ
تو نئے دیس جا
اک کلی تھی میرے گھر کی کھلتی ہوئی
میرے آنگن کی تلسی تھی مہکی ہوئی
اپنے دُلہا کے دل کی تو رانی بنے
پیار کے دیپ آنکھوں میں جھلمل کریں
جا میری لاڈلی ہو تجھے وہ عطا
جو تھا مانگا سدا
دے رہی ہے دُعا تجھ کو میّا تیری
جا پیا دیس جا

(از یادوں کے جگنو صفحہ 112,111)

عائلی زندگی بحوالہ خلفاء احمدیت

(نبیلہ رفیق، مجلس درامن)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورۃ الفرقان آیت 75 تا 78 میں فرماتا ہے:

''اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنی جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اس باعث کہ انہوں نے صبر کیا بالا خانے بطور جزا دیئے جائیں گے۔ اور وہاں ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہونگے وہ کیا ہی اچھا مستقل اور عارضی ٹھکانہ ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''کسی عورت سے نکاح کرنے کی چار بنیادیں ہو سکتی ہیں۔ اس کے مال کی وجہ سے، اسکے خاندان کی وجہ سے، اسکے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس کی دینداری کی وجہ سے۔ لیکن تُو دیندار عورت کو ترجیح دے۔ اللہ تیرا بھلا کرے اور تجھے دین دار عورت حاصل ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کے امتحان کا پہلا موقعہ اس کی بیوی ہے۔ میں جب کبھی اتفاقاً ایک ذرّہ درشتی اپنی بیوی سے کروں تو میرا بدن کانپ جاتا ہے کہ ایک شخص کو صدہا کوس سے میرے حوالے کیا ہے۔ شاید معصیت ہوگی کہ مجھ سے ایسا ہو۔ تب میں ان سے کہتا ہوں کہ تم اپنی نماز میں میرے لئے دعا کرو کہ اگر یہ امر خلافِ مرضیٔ حق تعالیٰ ہے تو مجھے معاف فرما دیں۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ ہم کسی ظالمانہ حرکت میں مبتلا نہ ہو جائیں''۔ (الحکم 17 اپریل 1905ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواتین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''جب لڑکی بیاہی جاتی ہے تو اس کے ہاتھ میں دو چابیاں ہوتی ہیں۔ ایک صلح کے دروازے کی اور ایک لڑائی کے دروازے کی چابی۔ وہ جس دروازے کو چاہے کھول سکتی ہے۔ خوش نصیب ہوتی ہیں وہ عورتیں جنہوں نے صلح کا دروازہ ہی کھولا۔ لڑکی کو اپنے ساس سسر کی نہایت تابعداری کرنی چاہئے کیونکہ بعد از شادی لڑکی کا تعلق والدین سے بڑھ کر اپنے ساس سسر سے ہو جاتا ہے۔ تعلیم کا یہی فائدہ ہے لڑکی اپنے آپ کو حد درجہ تابعدار ثابت کرے۔ سخت ہی بد بخت ہیں وہ عورتیں جو کہ اپنے شوہروں کو ان کے والدین سے برگشتہ کرنے کی تجویز کرتی ہیں۔ اُن کو کبھی فلاح دارین نصیب نہیں ہوگا۔''

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت اور غیر از جماعت ہر دو کی تربیت اور تعلیم کے لئے پر معارف لیکچر دیا کرتے تھے۔ آپ نے چند لیکچر ایک کتاب کی صورت میں شائع کئے ہیں، اس کتاب کا نام سیر روحانی ہے۔ جسے پڑھ کر اور اگر اس پر عمل کرنے کی توفیق ملے تو واقعی عام انسان آسمانوں کی روحانی سیر کا مزہ اُٹھاتا ہے۔

سیرِ روحانی کے صفحہ تنتالیس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورت کو پسلی سے پیدا کرنے کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اس سے مراد یہ ہے کہ عورتوں کی طبیعت میں ایک قسم کی کجی ہوتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ عورتوں میں بے ایمانی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ عورت کو خاوند کی بات سے کسی قدر ضرور رقابت ہوتی ہے۔ مرد کہے یوں کرنا چاہئے تو وہ کہے گی یوں نہیں اس طرح ہونا چاہئے۔ اور خاوند کی بات پر ضرور اعتراض کرے گی اور جب وہ کوئی بات مانے گی بھی تو تھوڑی سی بحث کر کے اور یہ اس کی ایک ناز کی حالت ہوتی ہے اور اس میں وہ اپنی حکومت کا راز مسطور پاتی ہے رسول اللہ نے اس لئے لوگوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ عورت کی روح کو کچلنے کی کوشش نہ کیا کرو کیونکہ اگر تم اسے چپ کروا دو گے تو اس

کی طبیعت پر گراں گزرے گا اور وہ بیمار ہو جائے گی۔''

فروری 1986ء بمقام بیت الفضل لندن میں عائلی زندگی اور رحمی رشتوں کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:''سورۃ الفرقان میں جہاں اللہ تعالیٰ رحمٰن خدا کے بندوں کی ازدواجی زندگی کے متعلق ان کی تمناؤں کا منتہیٰ کیا ہوتا ہے؟ وہ کیا چاہتے ہیں اپنے ربّ سے۔ وہ یہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمارے لئے ہماری بیویوں ہی میں سے اور ہماری اولاد ہی سے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔ فرمایا یہی ہیں جن کو جنت میں بلند و بالا عمارتیں عطا کی جائیں گی اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر سے کام لیا۔''

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ان آیات میں جو عائلی زندگی کا اعلیٰ مقصد بیان فرمایا گیا ہے۔ اس کا تعلق براہِ راست تزوج کے مضمون سے ہے۔ کیونکہ ازدواجی زندگی خدا تعالیٰ نے قائم فرمائی اس کے مقاصد کیا ہیں؟ اور دراصل بنیادی مقصد جیسا کہ ہر معمولی فہم کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے یہ انسانی زندگی کا تحفظ ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ زندگی کا تحفظ اور بقائے نسل ہے تا کہ ہر چیز کی نسل باقی رہے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس مقام پر خدا اپنے رحمٰن بندوں کو دیکھنا چاہتا ہے اور دیکھتا ہے اس مقام پر ان رحمٰن بندوں کے منہ سے یہ دُعائیں نکلتی ہیں کہ اے خدا ہمیں صرف اولاد نہیں چاہئے۔ ہمیں ایسی اولاد چاہئے جو متقی ہو۔ ہمیں صرف بیویاں ہی نہیں چاہئیں ایسی بیویاں چاہئیں جو متقی ہوں اور ہماری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا سامان پیدا کرنے والی ہوں۔''

اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں: جب آوے وقت میری واپسی کا یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ:

''دوسرا مقصد جو قرآنِ کریم سے ثابت ہے وہ اعلیٰ رفاقت ہے اور تسکینِ قلب ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ الروم آیت بائیس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' تمہارے اندر خدا تعالیٰ نے جو مودت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے ہیں ان کی تسکین کے لئے بیاہ شادی کا نظام بنایا گیا تا کہ تم ایک دوسرے سے سکینت حاصل کرو اور ایک دوسرے کی رفاقت سے زندگی کا سفر زیادہ عمدہ طریق پر طے کر سکو۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے مفہوم کی مزید تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''تیسری بنیادی وجہ بیاہ شادی کی یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایک ایسا معاشرہ قائم ہو جس میں عائلی زندگی کو ایک نمایاں مقام حاصل ہو۔ اور خاندان کی بنا پر سوسائٹی قائم کی جائے۔ انفرادیت کی بناء پر سوسائٹی کا قیام نہ ہو۔ ہر سوشل نظام کی روح اور فلسفہ ہوتے ہیں۔ اسلامی سوشل نظام کی روح اور فلسفہ خاندان کے نظام کو تقویت دینا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یوں بھی کھول کر بتا دیا کہ رحم اور رحمان دونوں ایک ہی مادے سے نکلے ہوئے لفظ ہیں۔ اس لئے وہ شخص جو رحمی رشتوں کو کاٹتا ہے اس کا رحمٰن خدا سے بھی تعلق کٹ جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 15 مئی 2009ء کو بیت الفتوح لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا:

جس میں آپ نے دو باتوں کی طرف جماعت کو توجہ دیتے ہوئے فرمایا۔''اللہ تعالیٰ اپنے وسیع تر علم کی وجہ سے ہمارے ہر عمل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ عائلی معاملات میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک میں بہتر ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا ہوں۔ فرمایا کہ ہمیشہ مثبت باتوں کو سامنے رکھ کر ایثار کا پہلو اختیار کرنا چاہئے اور موافقت کی فضا پیدا کرنی چاہئے۔''

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’کہ قرآنِ کریم نے اگر ایک سے زیادہ شادیوں کا حکم دیا ہے تو اس کے ساتھ شرائط بھی عائد فرمائی ہیں۔ کہ اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر صرف ایک ہی بیوی کافی ہے۔ یہ طریق قریب ترین ہے کہ تم ناانصافی سے بچو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’کہ اگر اعتدال نہ ہو تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو گو ضرورت پیش آوے۔ تمہاری ضرورت اصل اہمیت نہیں رکھتی بلکہ معاشرے کا امن، سکون اور انصاف اصل چیز ہے اور انصاف میں ہر قسم کے حقوق کی ادائیگی شامل ہے۔‘‘

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے طلاق اور خلع کے معاملات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’کہ اگر اصلاح کی کوئی بھی صورت نہ ہو تو لٹکتا ہوا نہ چھوڑو، پھر اس کا حق دے کر احسن طریق پر اسے رخصت کرو۔ کالمعلقہ کی صورت میں بیوی کو بھی اختیار ہے کہ قاضی کے ذریعے خلع لے لے۔

’’گو طلاق ناپسندیدہ عمل ہے۔ لیکن جب تقویٰ پر چلتے ہوئے اکٹھے رہنے کی تمام تر کوششیں ناکام ہو جائیں تو علیحدگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے وسیع تر فضلوں اور رحمتوں سے مرد اور عورت دونوں کے لئے بہتر سامان پیدا فرما دے گا۔ اور انہیں اپنی جناب سے غنی اور بے احتیاج کر دے گا۔‘‘

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’کہ رشتوں کے فیصلے جذبات میں آ کر نہیں کرنے چاہئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے مدد لیتے ہوئے سوچ سمجھ کر دعا کے ساتھ رشتے جوڑنے چاہئے۔ اور جب ایسے رشتے جڑتے ہیں تو ان میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وسعتیں بھی پیدا کر دیتا ہے۔‘‘

ایسی تمہارے گھر کے چراغوں کی ہو ضیاء   عالم کو جن سے نورِ ہدایت نصیب ہو

(سیّدہ بشریٰ خالد)

دجالی فتنہ مغربی تہذیب کی شکل میں نہ صرف دُنیا کا امن وسکون برباد کرنے میں مصروف ہے بلکہ اسلامی تمدن پر بھی حملہ آور ہے۔ مغربی دُنیا میں نہ صرف گھریلو امن تباہ ہو چکا ہے بلکہ بے حیائی اور بے چینی بے راہ روی کا گویا ایک دریا بہہ رہا ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اس کا اثر ہمارے گھروں پر بھی پڑ رہا ہے اور گھر ٹوٹنے کی شرح میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے ذرائع ہیں جس سے ہم اپنے گھروں کو دکھ سے بچا سکتے اور عائلی زندگی کو پُر سکون بنا سکتے ہیں۔

کامیاب عائلی زندگی کے لئے شریکِ حیات کے انتخاب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان اُمور کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حضرت محمد ﷺ نے عورت کا انتخاب کرتے ہوئے ہمیں نصیحت فرمائی کہ نکاح میں عورت کا انتخاب چار قسم کے خیالات کے ماتحت کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب ونسب کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ پس تم دینی پہلو کو ترجیح دو ورنہ تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں گے۔ (حدیقۃ الصالحین، صفحہ:210)

یورپ میں شادیوں کی ناکامی اور طلاق کی شرح میں غیر معمولی اضافے کی ایک بڑی وجہ شریکِ حیات کے انتخاب کا وہ طریق بھی ہے جو یہاں رائج ہے۔ لڑکا، لڑکی خود ہی تعلیمی اداروں، نائٹ کلبوں یا سیر گاہوں میں ایک دوسرے کو پسند کر کے وقتی جذبے اور جوش کے بغیر شادی کے زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ اسلامی معاشرہ میں پورا خاندان لڑکے اور لڑکی کے کوائف، سیرت وکردار، خاندانی حالات، استخارہ اور کثرتِ دُعا سے رشتے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اگر حضور ﷺ کی اس حدیث کی روشنی میں نیک جیون ساتھی چنا جائے جو تقویٰ پر قدم مارنے والا ہو تو اس سے خاندان بھی جڑے رہتے ہیں اور اولادیں بھی مضبوط ہاتھوں میں پرورش پاتی ہیں۔ گویا تقویٰ پہلی شرط ہے اسی لئے نکاح کی آیات میں بار بار تقویٰ کا ذکر ملتا ہے اور پھر دُعا اس کا ہتھیار ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ مرد وعورت کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف بار بار توجہ دلواتا ہے اور مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

''اور ان سے نیک سلوک سے زندگی بسر کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے''۔ (سورۃ النساء 20)

دوسری جگہ عورتوں کے فرائض بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے!'' کہ مرد عورت پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے اُن میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے اور اس وجہ سے کہ وہ اپنے اموال اُن پر خرچ کرتے ہیں پس نیک فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔'' (سورۃ النساء35)

اسلامی معاشرہ مرد وعورت کی علیحدہ علیحدہ ذمہ داریاں بیان کر کے اُسے کامیاب زندگی کے گُر بتاتا ہے جبکہ مغربی معاشرہ مرد اور عورت میں مساوات یعنی برابری کے نام پر اپنے لئے پریشانیاں بڑھا رہا ہے۔ جہاں تک بنیادی انسانی حقوق کا تعلق ہے تو وہ سب انسانوں کے ایک جیسے ہیں لیکن ذمہ داریوں کے اعتبار سے نہ تو سب کے فرائض ایک جیسے ہیں اور نہ ہی حقوق۔ ایک بادشاہ اور عام آدمی کے تمام حقوق ہرگز ایک جیسے نہیں، مالک اور نوکر، افسر اور ماتحت، والدین اور بچے ان سب کے فرائض بھی مختلف ہوتے ہیں اور حقوق بھی۔ اگر ہر کوئی اپنے دائرے میں ذمہ داری ادا کرے تو اس کا گھر جنت نظیر بن سکتا ہے ورنہ نتیجہ بدامنی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس ضمن میں فرماتے ہیں: کہ مرد اور عورت صرف اس لحاظ سے مساوی ہیں کہ دونوں انسان ہیں۔ دونوں کے بنیادی حقوق برابر ہیں لیکن ان کی فطری استعدادیں مختلف اِطراف میں جھکی ہوئی ہیں۔ مرد اور عورت کے انہی فطری اختلافات کی وجہ سے اسلام

نے ان کی تقسیم کا(Division of work) اس طرح پُر کی ہے کہ انسانیت کے بہترین مفاد میں ہے۔

اس کے برعکس مغربی ممالک میں آزادیِ نسواں اور مردوں اور عورتوں میں برابری کے نام پر جس طرح عورت ذلیل اور رُسوا ہو رہی ہے اور جس قسم کے دردناک حالات میں وہ مبتلا ہو چکی ہے ان کا احساس خود ان ممالک کے اہلِ دانش کو رہا ہے۔

مرد اور عورت کے دونوں کے گھر سے فُل ٹائم جاب کرنے کے باعث گھر اور خاندان تباہ ہو رہے ہیں، ان کا امن وسکون اُٹھ چُکا ہے۔ بچے baby sitting کے نتیجہ میں اخلاقی اور نفسیاتی طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ بوڑھے والدین بچوں کے ساتھ رہنے کی بجائے old people home میں رہ کر ذہنی مریض بن چکے ہیں۔ Friendship، شادیوں پر فوقیت حاصل کر چکی ہے۔ فیملی سسٹم ٹوٹ چکا ہے۔ انفرادیت، اجتماعیت پر غالب آ چکی ہے۔ بچوں کے پاس والدین کے لئے وقت نہیں ہے کیونکہ اس سے قبل والدین کے پاس بچوں کے لئے وقت نہیں تھا۔

مغرب زدہ اسلامی ممالک ابھی بھی مغرب سے بہتر ہیں۔ والدین کا احترام ابھی مسلم معاشرے سے رخصت نہیں ہوا۔ اسلامی ممالک نے ابھی تک عورت کو تماشا نہیں بنایا کہ وہ ہر جگہ اپنی نسوانیت بکھیرتی رہے۔ مسلمان بچے ابھی بالعموم ماؤں کی پیار بھری گودوں میں ہی پلتے ہیں نہ کہ baby sitter کے پاس۔ بوڑھے والدین اور رشتہ دار ابھی حکومت کی تحویل میں نہیں مرتے، بلکہ اپنے بچوں کے درمیان عزت اور احترام سے فوت ہوتے ہیں مسلمان عورت، مجموعی طور پر اب بھی باحیاء اور باوقار ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 28.4 تا 4.5 1995ء)

گھروں کو جنت نظیر بنانے میں حضرت محمد ﷺ ہماری رہنمائی فرماتے ہیں کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب اس کا خاوند دیکھے تو اُس کا دل خوش ہو اور جب خاوند اُسے کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جس بات کو اس کا خاوند ناپسند کرے اُس سے بچے۔

دوسری طرف مردوں کو نصیحت فرمائی: عورتوں کی بھلائی اور خیر خواہی کا خیال رکھو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو اُسے توڑ دو گے۔ پس عورتوں سے نرمی کا سلوک کرو۔ (حدیقۃ الصالحین، صفحہ:213)

گویا عورت میں ناز نخرے کے پہلو ہوتے ہیں۔ وہ مرد کی شریکِ حیات ہوتی ہے۔ اُس کی توجہ چاہتی ہے جب خاوند اِسے توجہ نہیں دیتا تو گھر میں مشکل صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ ناز نخرے کو ہی کجی کہا جاتا ہے۔ پسلیاں بھی تو ٹیڑھی ہوتی ہیں مگر اسی ساخت کے ساتھ وہ دل پھیپھڑے اور دیگر اعضاء کی حفاظت کرتی ہیں اگر ان کو سیدھا کریں تو پھر ہمارے جسموں کا کیا حال ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: کہ فحشاء کے سوا باقی تمام کج خُلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئے۔ ہمیں تو کمال بے شرمی محسوس ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خُدا نے مرد بنایا ہے در حقیقت ہم پر اتمامِ نعمت ہے۔ اس کا شکریہ یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔ (ملفوظات جلد 2 ص:1-2)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنی بیوی سے حُسنِ معاشرت اور کردار بے مثال رہا۔ آپ علیہ السلام نے خَیرُکُم خَیرُکُم لِاَھلِہٖ کی تعلیم کو ہمیشہ مدِ نظر رکھا آپ علیہ السلام حضرت اماں جانؓ صاحبہ کو شعائر اللہ میں سے سمجھ کر ان کی خاطر داری کیا کرتے تھے کبھی دل شکنی نہ کرتے بلکہ اندرونِ خانہ خدمت گزار حیرت سے کہا کرتی تھیں کہ مِرجا صاحب بیوی دی گل بڑی من دا اے (یعنی مرزا صاحب بیوی کی بات بہت مانتے ہیں)

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از یعقوب علی عرفانی صفحہ:400)

اب دیکھنا یہ ہے کہ عورت کی کیا ذمہ داری ہے۔ حضرت محمد ﷺ بڑے زوردار الفاظ میں اللہ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں! کہ خُدا کی قسم کوئی عورت اُس وقت تک خُدا کے حقوق ادا کرنے والی نہیں سمجھی جاتی جب تک وہ اپنے خاوند کے حقوق ادا نہ کرے۔ گویا بیوی کا فرض ہے کہ خاوند کی فرمانبردار ہو، اُس کا واجبی ادب محفوظ رکھے، اُس سے محبت کرے، اُسکی وفادار رہے، اُسکی اولاد کی تربیت کرے، اُس کے مال کی حفاظت کرے۔ جدھر بیوی

فرمانبردار اور خاوند محبت کرنے والا ہوگا ایسا گھر جنت کی تصویر پیش کرتا ہے، امن کا گہوارہ ہوتا ہے، دلی سکون کا باعث ہوتا ہے۔
ہمارے شاعر عبید اللہ علیم مرحوم نے کیا خوب کہا:

باہر کا دھن آتا جاتا اصل خزانہ گھر میں ہے
ہر دھوپ میں جو مجھے سایہ دے وہ سچا سایہ گھر میں ہے
دُنیا میں کھپائے سال کئی آخر میں کھلا احوال یہی
وہ گھر کا ہو یا باہر کا ہر دُکھ کا مداوہ گھر میں ہے

بعض دفعہ ایسی صورتِ حال کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے کہ کسی معاملے میں ایک رائے ماں کی ہے اور دوسری بیوی کی، دونوں اپنی اپنی بات منوانے پر بضد ہیں۔ اگر گھر کی عورت حکمت سے کام نہ لے اور مرد درست فیصلہ کرنے میں ناکام رہے تو ایسے معاملات گھر کے امن کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اس صورتِ حال سے نپٹنا آسان نہیں۔ رحمی رشتوں کو چھوڑنا مناسب نہیں، ایسی صورتِ حال میں قرآنی تعلیمات سے راہ نمائی لیتے ہوئے عدل کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کہ جس خُدا سے تم منتیں کر کے اپنی مرادیں مانگتے ہو یاد رکھنا کہ وہ خُدا تمہیں تعلیم دے رہا ہے کہ اپنے رحمی رشتوں کی حفاظت کرنا اور ان کا خیال رکھنا، ان دونوں باتوں کو اس طرح باندھ دیا گیا ہے کہ اگر کوئی عورت یا مرد دونوں میں سے جو بھی رحمی رشتوں کا لحاظ نہیں کرتا اور صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی اختیار کرتا ہے تو اس کے لئے پیغام ہے کہ تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔'' (خطاب 28 جولائی 1990)

گھر برباد ہونے کی ایک وجہ سسرالی رشتہ داروں یا لڑکی کے والدین کی بے جا مداخلت بھی ہے۔ ان سے باتیں بہت بگڑ جاتی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ: ''پھر ایک بیماری جس کی وجہ سے گھر برباد ہوتے ہیں، گھروں میں ہر وقت لڑائیاں اور بے سکونی کی کیفیت رہتی ہے وہ شادی کے بعد بھی لڑکوں کا توفیق ہوتے ہوئے اور کسی جائز وجہ کے بغیر ماں باپ، بہن بھائیوں کے ساتھ اُسی گھر میں رہنا، اگر ماں باپ بوڑھے ہیں، کوئی خدمت کرنے والا نہیں، خود چل پھر کر کام نہیں کر سکتے اور کوئی مددگار نہیں تو پھر تو اس بچے کے لئے ضروری ہے اور فرض بھی ہے انہیں اپنے ساتھ رکھے اور ان کی خدمت کرے۔ لیکن اگر بہن بھائی ہیں جو ساتھ رہ رہے ہیں تو پھر علیحدہ گھر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ آج کل اس کی وجہ سے بہت سی قباحتیں پیدا ہوئی ہیں، اکٹھے رہ کر اگر مزید گناہوں میں پڑنا ہے تو یہ کوئی خدمت یا نیکی نہیں ہے۔ اس پیار محبت سے اگر نفرتیں بڑھ رہی ہیں تو یہ کوئی حکم نہیں اس سے بہتر ہے کہ علیحدہ رہا جائے۔'' (خطبہ جمعہ 10 نومبر 2006)

ہماری عورتیں اگر تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے اعلیٰ اخلاق رائج کرنے والی ہوں گی تو تبھی ہم اپنی اولادوں کی حفاظت کرنے والیاں ہوں گی اگر ہم دعا کرتے ہوئے اللہ سے رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا۔ کی دعا مانگیں گی تو اپنی اولاد کو اس ناپاک ماحول کی آلودگی سے بچانے والی ہوں گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اگر ہمارے اپنے گھروں میں نرمی اور اعلیٰ اخلاق کے نظارے نظر نہیں آرہے تو ہم نے گُم گشتہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو کیا راستہ دکھانا ہے، ہم تو خود اُن گُم گُشتہ لوگوں میں شامل ہیں، ہم تو خود اپنی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں پس ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہئے، اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم قرآنی تعلیم سے ہٹے ہوئے تو نہیں، ہم اپنی آناؤں کے جال میں تو نہیں پھنسے ہوئے؟ اس بات کا جائزہ مردوں کو بھی لینا ہوگا، عورتوں کو بھی لینا ہوگا۔'' (خطبہ جمعہ 10 نومبر 2006)

کہا جاتا ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے لیکن اس امر میں کیا شک ہے کہ ایک کامیاب مرد کو اس کی ذمہ داریاں احسن رنگ میں

ادا کرنے کے لئے ایک مونس وغمخوار اور ہمدرد جیون ساتھی کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آنحضرت ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں گھر آئے تو آپ ﷺ کی اہلیہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ ہی تھیں جنہوں نے نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ سے ہمدردی کا اظہار کیا، اور تسلی دی بلکہ سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ یہ آپ ﷺ کی شریکِ حیات ہی تھیں جنہوں نے اپنا تمام مال و دولت آپ ﷺ کے قدموں میں لا ڈالا اور جانثاری اور فدائیت کی عدیم النظیر مثال قائم فرمائی۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ماننے والوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے لیکن اس وفا شعار بیوی نے ہر حال میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کو عام الحزن یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے۔ کتنے نصیبوں والی تھی یہ بزرگ ہستی کہ خُدا کے رسول ﷺ نے ساری عمر جس کی وفا شعاری اور خدمات کے گیت گائے اور اس کی یادوں کے چراغ جلائے رکھے۔

مبلغین کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے یہ لوگ تو واقفِ زندگی ہوتے ہی ہیں ان کی بیویاں بھی ایک طرح سے وقف ہوتی ہیں۔ وہ ان کے لئے گھر کا ماحول خوشگوار رکھتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور گھر کی دوسری مصروفیات کے بوجھ خود اُٹھاتی ہیں۔ اپنے خاوندوں کو تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی خدمات کے لئے فارغ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہی ان کا وقف ہے جس کا خُدا کے حضور بدلہ نیک بی بی کی صورت میں ملے گا۔ اسی طرح خاوند اپنی بیوی کے لئے اللہ تعالیٰ کے مظہر ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔
(حدیقۃ الصالحین، صفحہ:216)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب فرماتے ہیں: جس طرح خُدا اپنے بندوں سے انتہائی محبت کرنے والا ہے اُسی طرح خاوند کو بھی اپنی بیوی کے متعلق غیر معمولی محبت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور جس طرح باوجود اس محبت کے خُدا اپنے بندوں کا حاکم اور نگران ہے اسی طرح خاوند بھی بیوی کی محبت کے باوجود گھر کا نگران اور قوام ہوتا ہے پھر جس طرح خُدا اپنے بندوں کا رازق ہے اور ان کی روزی کا سامان مہیا کرتا ہے اسی طرح خاوند بھی اپنی بیوی کے اخراجات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی پہلو مشابہت کے ہیں اور یہ مشابہت اتنی نمایاں ہے کہ ہماری زبان میں تو خاوند کو مجازی خُدا کا نام دیا گیا ہے اور لفظاً بھی خُداوند اور خاوند ایک دوسرے سے بہت ملتے جُلتے ہیں۔ (چالیس جواہر پارے، صفحہ 63-64)

یہ ایسی نصائح ہیں کہ بطور ماں اُس کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے کانوں میں اللہ اور اُس کے رسول کے یہ احکامات ڈالتی رہیں۔ یورپین عیسائی یا مشرک عورتوں کی دیکھا دیکھی کئی مسلمان عورتیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر اُس کا نتیجہ وہی نکلتا ہے جو اُن کے حق میں نکل رہا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے جو طرزِ زندگی اپنانے کا خُدا اور اُس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے اُسی میں خیر اور بھلائی ہے۔

<u>بیوی کے لئے نصائح</u>

مرد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآنِ شریف میں گھر کا نگران مقرر فرمایا ہے۔ اس حکمِ الٰہی کو دل و جان سے قبول کریں۔

خاوند کو مشورہ دیں لیکن حتمی فیصلہ اُسی پر چھوڑ دیں۔

گھر، بچوں اور خود اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کریں۔

اخراجات آمد کے مطابق رکھیں۔

مہمان نوازی نہایت اعلیٰ خُلق ہے۔ مہمانوں کی آمد پر خوش ہوں اُن کا کام اور خدمت کریں۔

اپنے یا خاوند کے والدین اور رشتہ داروں پر خاوند کے مشورے سے خرچ کریں۔

خاوند کی ضروریات اور پسند ناپسند کا بطورِ خاص خیال رکھیں۔

گھر میں ایسا اصول بنائیں کہ حتی الوسع تمام اہلِ خانہ اکٹھے کھانا کھائیں۔

خاوند کے والدین اور رشتہ داروں کا ذکر ہمیشہ احترام سے کریں۔

خاوند کے والدین اور رشتہ دار آپ کے گھر آئیں تو خوشی کا اظہار کریں اور اُن کی مناسب خدمت کریں۔

اگر خاوند کی کوئی عادت ناپسند ہے تو اُس سے پیار اور حکمت سے بات کریں۔

معمول کے اخراجات میں سے پس انداز کرنے کی کوشش کریں اور پھر کسی ضرورت کے وقت یہ رقم نکال کر خاوند کے سامنے پیش کردیں اعتماد کے قیام کا یہ بہترین نسخہ ہے۔

گھر میں بھی باحیا اور مکمل لباس پہنیں۔

اسلامی پردہ کی پابندی میں اپنی بیٹیوں کے لئے نمونہ بنیں۔

اچھی اور نیک خواتین سے روابط رکھیں۔

نامحرم مردوں سے باوقار اور مضبوط لہجے میں مختصر بات کریں۔

اگر آپ بہو ہیں تو ساس کو ماں کی طرح اور اگر ساس ہیں تو بہو کو بیٹی کی طرح سمجھیں۔

غلطی ہو جائے تو صاف بتا دیں اور خاوند سے معذرت کرلیں۔

بیٹیوں کی شادی سے پہلے پہلے اُنہیں درست تلفظ کے ساتھ قرآن کریم پڑھنا ضرور سکھا دیں۔

بیٹیوں کی جماعت کی بزرگ خواتین سے ذاتی تعلق قائم کرائیں۔

بیٹوں اور بیٹیوں سے مساوی سلوک روا رکھیں۔

بیٹوں کو اپنی بہنوں سے محبت اور حُسنِ سلوک سے پیش آنا سکھائیں۔

نمازوں کی پابندی کریں۔

روزانہ باقاعدگی سے اور بالترتیب قرآن پاک کی تلاوت کریں۔

خاوند کا احترام کریں اور اُس کی مطیع اور فرمانبردار رہیں۔

<u>نہ کریں</u>

خاوند سے کچھ نہ چھپائیں۔

کسی وقت اگر کوئی تکلیف پہنچے تو یوں نہ کہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

بلاضرورت اور بغیر کسی خاص مجبوری کے ملازمت نہ کریں۔

بھول کر بھی خاوند کے والدین کے بارے میں کوئی ناپسندیدہ کلمہ نہ کہیں۔

خاوند سے معمولی معمولی اختلافات اپنے میکے میں کسی کو نہ بتائیں بلکہ انہیں ادھر ہی دُور کرنے کی کوشش کریں۔

خاوند اور سسرال کے خلاف کبھی کوئی بات کسی دوسری عورت سے نہ کریں۔

دوسروں کے گھر اور حالات سے اپنا مقابلہ نہ کریں۔

خصوصاً بچوں کے سامنے کسی بات پر خاوند سے تکرار نہ کریں۔

کوئی بھی اہم کام خاوند کے علم میں لائے بغیر ہرگز نہ کریں۔

خاوند گھر میں موجود ہو تو بلا اشد ضرورت گھر سے باہر نہ جائیں۔

نامحرم کو بغیر خاوند کی اجازت کے گھر میں نہ آنے دیں۔

بازار وغیرہ جاتے وقت بے جا زیب و زینت نہ کریں۔

خلع میں جلدی نہ کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ہم سے حُسنِ ظن رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

پس اے احمدی مردو اور عورتو! تم دُنیا کو امن اور آشتی کی خوشخبری دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہو آگے بڑھو اور دُنیا کو اس طرف بلاؤ۔ لیکن یاد رکھنا کہ حضرت محمد ﷺ کی عطا کردہ جنتیں ساتھ لے کر چلنا۔ یہی جنتیں ہیں جو آج دُنیا کو امن دیں گی۔ اس جنت کے بغیر ہر گھر میں جہنم بھڑکائی جا رہی ہے۔ طرح طرح کے مصائب اور دُکھ ہیں جن میں انسان مبتلا ہے اور ایک دوسرے کو مبتلا کرتا چلا جا رہا ہے۔ آج مغربی قوموں کا امن بھی اُٹھ چکا ہے اور مشرقی قوموں کا بھی امن اُٹھ چکا ہے۔ آج نہ روس عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور نہ امریکہ عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے۔ ایک ہی ہے اور وہ صرف ایک ہی ہے یعنی میرے آقا محمد ﷺ جو آج معاشرے کی جہنم کو جنت میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

(27 دسمبر 1983ء البدر 8 نومبر 1986ء)

منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں   حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
با برگ و بار ہوویں اِک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک **سُبحٰنَ مَنۡ یَّرَانِیۡ**

تُو ہے جو پالتا ہے، ہر دم سنبھالتا ہے   غم سے نکالتا ہے، دردوں کو ٹالتا ہے
کرتا ہے پاک دل کو حق دِل میں ڈالتا ہے
یہ روز کر مبارک **سُبحٰنَ مَنۡ یَّرَانِیۡ**

تُو نے سِکھایا فرقاں جو ہے مدارِ ایماں   جس سے ملے ہے عرفاں اور دور ہووے شیطاں
یہ سب ہے تیرا اِحساں تجھ پر نثار ہو جاں
یہ روز کر مبارک **سُبحٰنَ مَنۡ یَّرَانِیۡ**

(از دُرِّ ثمین صفحہ 38)

عائلی زندگی کوخوشگوار بنانے کیلئے ماہر نفسیات کے مشورے

(طیبہ رضوان)

تقریباً سبھی مرد اور عورتیں شادی کے بندھن میں بندھنے سے پہلے اس کے بارے میں خوبصورت خواب دیکھتے ہیں۔اچھی سوچیں رکھتے ہیں۔اور یہی خواب دیکھتے ہوئے وہ شادی شدہ زندگی میں قدم رکھتے ہیں۔مگر کیا وجہ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ان میں شکوے شکایات پیدا ہو جاتی ہیں اور ان کو لگتا ہے کہ یہ وہ زندگی نہیں جس کے بارے میں انھوں نے سوچا تھا۔

دراصل زندگی میں کوئی بھی مقصد پانے کیلئے انسان کو محنت کرنی پڑتی ہے۔چیزوں کو ٹھیک رکھنے کیلئے ان کا خیال اور مسلسل خیال رکھنا ہوتا ہے جیسے مکان، گاڑیاں، مشینری وغیرہ۔اور ان کا اسی طرح سے خیال رکھنا فائدہ مند ہے جس کی ان کو ضرورت ہوتی ہے۔یہی حال رشتوں کا ہے اور خاص طور پر میاں بیوی کے رشتے کا۔اس رشتے میں ایک دوسرے سے بہت سی توقعات وابستہ کر لی جاتی ہیں۔ضروری بات یہ ہے کہ ایک دوسرے کو ان توقعات کے بارے میں بتایا جائے۔آپس میں اچھا تعلق پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کی ترجیحات کا علم ہو۔اس بارے میں بات کریں کہ آپ کے ساتھی کے لئے کون سی بات اہم ہے۔میاں بیوی دو مختلف ماحول سے آئے ہوتے ہیں۔انھوں نے بچپن سے جن رشتوں کو گھر میں مرد اور عورت کے روپ میں دیکھا ہوتا ہے بنیادی طور پر انہیں رشتوں کی اچھی خصوصیات وہ اپنے ساتھی میں غیر شعوری طور پر تلاش کرتے ہیں۔مثلاً کچھ مرد اپنی بیوی کے بنے ہوئے کھانے میں ماں کے ہاتھ کا ذائقہ تلاش کرتے ہیں۔اسی طرح لڑکیاں اپنے والد اور بھائیوں کی اچھی خصوصیات مثلاً فراخ دلی، خوش لباسی، وغیرہ اپنے شوہر میں بھی دیکھنا چاہتی ہیں۔جب ایک دوسرے کو یہ خوبیاں اپنے ساتھی میں نظر نہیں آتیں یا اس سے اُلٹ ہو جائے تو مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔عادات یا رویّوں کو بدلنا کوئی ایک دو دن کی بات نہیں ہوتی۔لیکن صبر تحمل اور اپنے مثبت رویّے سے کچھ چیزوں کو کسی حد تک بدلا جا سکتا ہے۔

یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے۔اگر اس میں وہ خوبیاں نہیں جو ساتھی کے لئے ضروری تھیں تو کوئی اور ہوں گی۔آپس کی محبت کو قائم رکھنے اور بڑھانے کیلئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی خوبیوں کو سراہا جائے۔ایک دوسرے کے لئے شکر گزاری کے جذبات پیدا ہوں اور ان کا برملا اظہار ہو۔آپس میں بھی اور موقع محل کی مناسبت سے اپنی فیملی اور ملنے والوں کے سامنے بھی۔مثال کے طور پر اگر خاتون خانہ گھر صاف ستھرا رکھتی ہیں اور کھانا اچھا پکاتی ہیں تو ان کی اس خوبی کا اظہار ہونا چاہئے۔اسی طرح اگر مرد حضرات گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹا رہے ہوں گھر کا سودا سلف لا کر دے رہے ہوں تو خوش ہو کر اپنی شکر گزاری کا اظہار کریں۔بعض اوقات انسان دل میں شکر گذاری محسوس کرتا ہے مگر اظہار نہیں ہوتا۔اچھے جذبات کا اظہار کر دینا چاہئے۔عام طور پہ ہوتا یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں اپنی اپنی جگہ بہت سے کام کر رہے ہوتے ہیں جو ایک گھر کو چلانے کیلئے بہت ضروری ہوتے ہیں۔مگر یہی سوچا جاتا ہے کہ ان کا کام ہے ان کو کرنا ہی تھا۔روزمرہ کے انہیں کاموں پر شکر گزاری سے ایک دوسرے کے لئے مثبت جذبات دل میں پیدا ہوتے ہیں۔انسان کو اپنی محنت کا صلہ مل جاتا ہے۔مزید کام کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔گھریلو زندگی پہ مثبت اثر پڑتا ہے۔اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا ساتھی آپ کے لئے وہ کام کرے جو آپ چاہتے ہیں تو ان کاموں کی حوصلہ افزائی شروع کریں جو وہ پہلے سے کر رہے ہیں۔

عورتوں میں عمومی طور پر یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ مرد کی وہ باتیں یاد رکھتی ہیں جو اس نے بیوی کے لئے نہیں کیں۔اور اس کا اظہار بھی کرتی ہیں اور اس سے تلخی پیدا ہوتی ہے۔اور ان باتوں کو یاد نہیں رکھتیں جو خاوند نے کی ہوتی ہیں۔خاوند کا دل جیتنے کے لئے اس کی ان باتوں کا دل کھول کر اعتراف کریں جو اس نے آپ کے لئے کی ہیں۔

کچھ خواتین کو شکایت ہوتی ہے کہ ان کے مرد گھر کے کاموں یا دیگر اُمور میں ان کی مدد نہیں کرتے۔ مردوں سے مدد حاصل کرنے کا ایک مؤثر طریقہ یہ ہے کہ آپ ان سے صاف اور واضح الفاظ میں مدد مانگیں، بات کو گھما پھرا کر کرنے کے بعد یہ توقع نہ رکھیں کہ وہ آپ کی بات سمجھ کر از خود کام کر دیں گے۔ مثلاً یہ کہنے کی بجائے ''کہ کچن گندا ہے اور میرے سر میں درد ہے،، کی بجائے یہ کہیں کہ ''آج پلیز کچن آپ صاف کر دیں کیوں کہ میرے سر میں درد ہے'' عورتوں کو بعض دفعہ گھما پھرا کر بات کرنے کی عادت ہوتی ہے اور اس طرح مردوں کو اصل بات سمجھ نہیں آتی۔ مدد مانگیں اور پھر خاموشی سے انتظار کریں کسی قسم کی تنقید نہ کریں۔ خاموشی ایک طاقت ہے اگر آپ خاموشی ختم کر دیں گی تو آپ کی طاقت بھی ختم ہو جائے گی لہٰذا انتظار کریں اور ''ناں'' سننے کا حوصلہ بھی پیدا کریں۔ اور انکار پر پُرسکون رہیں۔ اس صورت میں اگلی بار شوہر کے لئے انکار کرنا مشکل ہوگا۔ اگر وہ مدد کر دیں تو خوش ہو کر ان کا شکریہ ادا کریں۔

غصے کی حالت میں گفتگو نہ کریں کیوں کہ غصے میں انسان بغیر سوچے سمجھے غلط بات کہہ جاتا ہے جس سے ناراضگی اور تلخی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ترش روئی، تلخ کلامی، ہنگامہ آرائی اور جھگڑالو پن آپس کی محبت کو بھسم کر دینے والی شیطانی چالیں ہیں۔ اگر آپ حق پر بھی ہوں اور لوگوں کے سامنے تلخ کلامی کر دیں تو قصوروار آپ کو ہی سمجھا جائے گا۔ لوگوں کی ہمدردی اسی کے ساتھ ہوتی ہے جس کے ساتھ خراب رویّہ اختیار کیا گیا ہو۔ ساتھی جیسا ہے اسے ویسا ہی قبول کر لیں۔ اسے سمجھا سمجھا کر اور بتا بتا کر تبدیل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ البتہ جب آپ اسے قبول کر لیں گے تو وہ اپنے آپ کو آہستہ آہستہ تبدیل کرنے کی کوشش کرے گا۔

اپنی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت اپنے شوہر کو دیں۔ میکے اور سسرال سے بھی زیادہ۔ اس کے خلاف منفی اور تکلیف دہ بات نہ سنیں۔ اور خود بھی اس کے خلاف لوگوں کے سامنے باتیں نہ کریں۔ میاں بیوی کو چاہئے کہ خاص طور پر دوسرے افرادِ خانہ اور بچوں کے سامنے ایک دوسرے کے ساتھ رویّہ بہت ہی شائستہ ہو۔ عیب جوئی نہ کریں۔ ایک دوسرے پر تنقید نہ کریں۔ ایک دوسرے کی توہین نہ کریں۔ شائستگی اور خوش خلقی کا رویّہ اپنائیں اختلافات ہوں تو علیحدگی میں ان پر بات کریں۔

میاں بیوی کے لئے بہت ضروری ہے کہ روزانہ کچھ وقت ایک دوسرے کو دیں۔ ایک دوسرے کو اپنی مکمل توجہ دیں۔ جو وقت لوگ ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر گزارتے ہیں اس وقت ان کی توجہ کا مرکز ٹی وی کا پروگرام ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کوالٹی ٹائم نہیں ہوتا۔ کوئی باہم دلچسپی کا کام مل کر کریں جیسے واک کرنے جائیں۔ اس دوران اچھی گفتگو کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ ایسی بامعنی گفتگو جہاں آپ ایک دوسرے کے ساتھ اپنے احساسات، تجربات، سوچ اور خواہشات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے دوستانہ ماحول میں جہاں دونوں ایک دوسرے کی بات کو توجہ سے سنیں۔ اس گفتگو میں ''سننا'' بہت ضروری ہے۔

کچھ باتیں صرف ایک دوسرے سے شیئر کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہر مسئلہ کا حل تلاش کر کے بتایا جائے۔ بعض دفعہ صرف ہمدردی اور توجہ سے بات سن لینا ہی دوسرے فریق کی تسلی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ مشورہ تب دیں جب آپ سے مشورہ مانگا جائے۔ ایک دوسرے کی بات کو توجہ سے سننا اور سمجھنے کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے۔ 1500 شادی شدہ جوڑوں کی ایک ریسرچ سے معلوم ہوا کہ مردوں کو عورتوں سے سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ وہ بولتی بہت زیادہ ہیں اور سنتی نہیں۔ ایک اور ریسرچ سے یہ بات سامنے آئی کہ مرد اور عورت مزاج کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں۔ عورتیں فطری طور پر بول کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتی ہیں۔ جب کہ مرد کو خاموش رہ کر اپنے مسائل کا حل تلاش کرنا ہوتا ہے۔ اس خاموشی کے دوران مرد کو سمجھانے، مشورے اور عقل دینے کی کوشش نہ کریں۔ نہ ہی اس کے جذبات کے بارے میں زیادہ سوالات کریں۔ اس وقت صرف خاموشی، محبت، حوصلہ افزائی اور بھروسے کی ضرورت ہے۔

میاں بیوی کے خوبصورت رشتے میں انسان ایک دوسرے سے مختلف خواہشات اظہار کر سکتا ہے۔ بیوی کہہ سکتی ہے کہ میں چاہتی ہوں کہ

آپ بچوں پر اور زیادہ توجہ دیں، ان کے ساتھ زیادہ وقت گزاریں، ان کی تعلیمی سرگرمیوں پر نظر رکھیں۔ مگر مطالبات کرنا، حکم چلانا، تنقید کرنا آپس کے تعلقات کو خراب کرتا ہے۔ اس سے ضد پیدا ہوتی ہے، لمبا عرصہ ایک دوسرے پر تنقید کرنے سے شاید کچھ کام ہونے شروع ہو جائیں مگر وہ ایک دوسرے کے احساس اور محبت کی وجہ سے نہ ہوں گے۔ کبھی کبھار ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لئے اچھے سرپرائز دیں۔ ایک دوسرے کو تحائف دیں۔

خاوند کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسے کون سی چیز آپ کو سب سے زیادہ پریشان کرتی ہے۔ الزام نہ دیں بلکہ پیار اور اچھے انداز سے بتائیں۔ اسی طرح بیوی کو معلوم ہونا چاہئے کہ خاوند کو اس کی کس بات سے تکلیف پہنچتی ہے۔ ایسی باتیں معلوم کر کے ان کے تدارک کی کوشش کریں۔

کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ میاں بیوی میں رنجش نہ ہو اگر ہو جائے تو جھگڑے کو طول دینے کی بجائے فریقین وقتی طور پر الگ ہو جائیں، لڑائی کی جگہ سے دُور چلے جائیں۔ تھوڑی دیر میں دونوں کا غصہ کم ہو جائے گا۔ اگر میاں غصے میں بول رہے ہوں تو جواب نہ دیں۔ جواب دینے سے جھگڑا لمبا ہو جائے گا۔ اگر آپ خاموش ہو جائیں گی تو شوہر مسلسل اکیلا نہیں بول سکے گا۔

مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے سے توقع ہوتی ہے کہ وہ انہیں کے انداز میں سوچیں، اور ان کے جذبات کو اسی طرح محسوس کریں۔ وہ ایک دوسرے کو بدلنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جب کہ خوشگوار زندگی کیلئے ایک دوسرے کو بدلنے کی بجائے ایک دوسرے کو سمجھنا ضروری ہے۔ دونوں کو ایک جیسا پیدا نہیں کیا گیا۔ ایک دوسرے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

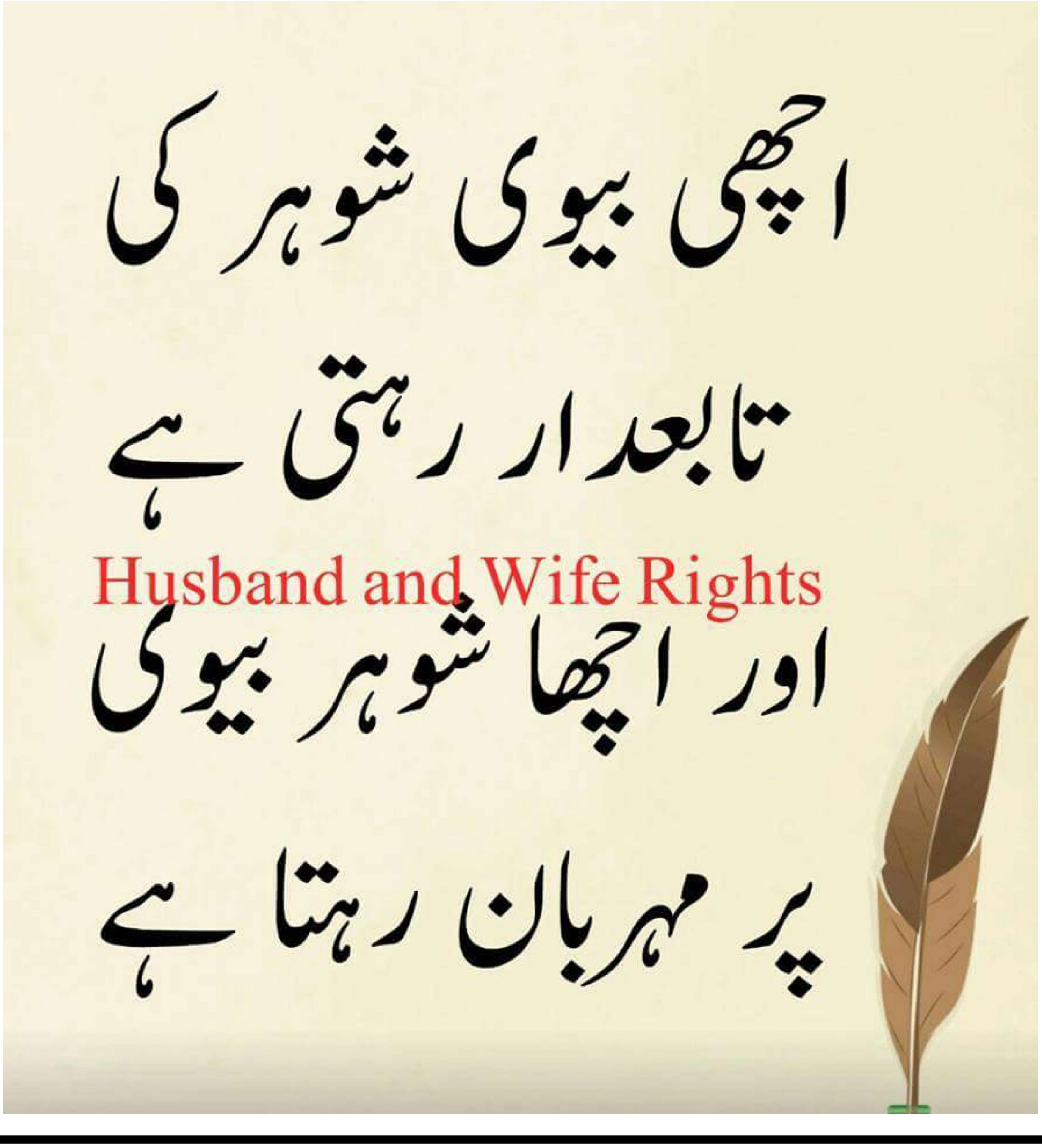

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ

(بلقیس اختر)

دنیا کا کوئی نظام بھی نگرانی کے بغیر نہیں چل سکتا۔ چاہے یہ نظام ملکی سطح پر ہو یا گھریلو سطح پر یا جماعتی سطح پر، ہر جگہ ایک نگران کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیاوی حکومتوں میں بڑی بڑی ذمہ داریوں کے لئے عورتیں بھی ملکی نظام کو سنبھال لیتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے گھروں کا نظام چلانے کے لئے نگرانی کی ذمہ داری عورتوں پر نہیں بلکہ مردوں پر ڈالی ہے۔ اس کے متعلق قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ سورۃ النساء آیت 35 میں فرماتا ہے:

''اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ۔ مرد نگران ہیں عورتوں پر''

قبل اس کے کہ قوام کی وضاحت کی جائے کہ مرد کن معنوں میں قوام ہیں یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ قوام کے معنی کیا ہیں تا کہ اس قرآنی آیت کی تشریح کرتے ہوئے ٹھوکر نہ لگے۔ قوام کے معنی ہیں نگران، خبر گیری کرنے والا، محافظ، سرپرست، معاملات کو سنبھالنے والا، حکمران، فرمانروا، روزی مہیا کرنے والا کے ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر قوام مقرر کر کے ان پر بھاری ذمہ داری عائد کر دی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ گھریلو معاملات میں اس آیت کی رو سے جب ہم مرد کو قوام کہتے ہیں تو اس پر کون کون سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

1- اپنے گھروں کا خرچ چلانا

2- اپنے گھر میں رہنے والوں کی تعلیم و تربیت، صحت کا خیال رکھنا

3- اپنے گھر میں رہنے والوں کی نگرانی کرنا اور جہاں کمزوری دیکھے وہاں اصلاح کرنا

4- اپنے گھر والوں سے حسن سلوک کرنا اور ان کو تحفظ فراہم کرنا

خدا تعالیٰ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا مرد کو اگر نگران مقرر کیا ہے تو اسے اس لحاظ سے طاقت، عقل، فہم اور بہادری بھی دی ہے۔ اس میں وہ صلاحیتیں رکھی ہیں جو ایک نگران یا قوام میں ہونی چاہئے۔ ہاں اگر وہ اپنی ان صلاحیتیوں کا صحیح استعمال نہیں کرتا تو وہ نہ صرف خود نقصان اُٹھاتا ہے بلکہ اس کے گھر میں رہنے والے اس کے اہل و عیال بھی نقصان اُٹھاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مرد اپنے گھر کا امام ہوتا ہے۔'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 208) اسے یہ مقام خود خدا تعالیٰ نے عطا کیا ہے اس لئے لازم ہے کہ وہ اپنے اس مقام کا ہمیشہ لحاظ رکھے اور اسے کبھی نہ چھوڑے۔ وہ ذمہ داریاں جو بطور ایک نگران اُس کے سپرد ہیں انہیں خود بجالائے۔ مرد گھر کا رکھوالا ہے، کشتی بان ہے، باغبان ہے اسے احسن طریقے سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئے۔ کیونکہ اگر وہ اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کرتا تو گھروں کا سارا نظام تباہ ہو جاتا ہے۔

''اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ'' مصداق ہے اس لیے اگر وہ لعنت لیتا ہے تو وہ لعنت بیوی بچوں کو بھی دیتا ہے۔ اور اگر برکت پاتا ہے تو ہمسائیوں اور شہر والوں تک کو بھی دیتا ہے۔

''اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ'' اس لئے کہا ہے کہ عورتیں خاوندوں سے متاثر ہوتی ہیں جس حد تک خاوند صلاحیت اور تقویٰ بڑھاویگا کچھ حصہ اس سے عورتیں ضرور لیں گی۔ ویسے ہی اگر وہ بدمعاش ہوگا تو وہ بدمعاشی سے حصہ لیں گی۔

مرد گھر کا کشتی بان ہوتا ہے اگر وہ ڈوبے گا تو کشتی بھی ساتھ ہی ڈوبے گی اسی لئے کہا ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ'' اُسی کی رستگاری کے ساتھ اُس کے اہل و عیال کی رستگاری ہے۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، جلد دوم صفحہ: 238-237)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''یہ آیت بیاہے مردوں کو اچھی لگتی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ مردوں کو چاہئے۔ اپنی بیویوں

کے محافظ اوران کی درستی اور ٹھیک رکھنے کا موجب بنیں۔'' (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ:20)

مرد اپنے اہل وعیال کے تو نگران ہیں ہی لیکن بعض اوقات ایسی صورتحال بھی گھروں میں ہو جاتی ہے کہ بیوی بچوں کے علاوہ ایک ہی گھر میں اس مرد کی ماں، بہنیں بھی رہ رہی ہوتی ہیں تو ایسی صورت میں کیا مرد بطور بیٹا یا بھائی بھی نگران ہوگا یا نہیں۔

اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مردوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے مرد کو عورت کا نگران اور محافظ مقرر کیا ہے۔ کس چیز کی نگرانی کرنی ہے؟ اور کس چیز کی حفاظت کرنی ہے؟ اس کے متعلق آگے چل کر ہمیں یہ بتایا کہ عورت کی جسمانی نشوونما اور تربیت اور صحت وغیرہ کی نگرانی کا کام مرد پر ڈالا گیا ہے کہ عام طور پر معاشرہ انسانی میں مرد کمانے والا اور خرچ کرنے والا ہے۔ ہمیں بطور خاوند یا بطور باپ یا بعض اوقات بطور بڑے بھائی یا کسی بڑے رشتہ دار کی حیثیت سے یہ ذمہ داریاں نبھانی پڑتی ہیں کہ ان مستورات کو جو بیوی کی حیثیت میں یا جو بیٹی کی حیثیت میں ہمارے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ہماری زیر نگرانی ہیں ہماری حفاظت میں ہیں ان کی صحت کا ہم خیال رکھیں ان کی جسمانی نشوونما کا ہم خیال رکھیں کیونکہ ہم خرچ کرنے والے ہیں۔'' (قوار یر۔قوامون حصہ دوم صفحہ:23)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مرد عورتوں پر قوام ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے بعض کو بعض پہلوؤں میں فضیلت بخشی ہے اس وجہ سے بھی وہ قوام ہیں کہ وہ گھر چلانے میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔۔۔۔قوام کہتے ہیں ایسی چیز کو جو اصلاح احوال کرنے والی ہو، جو درست کرنے والی ہو، جو ٹیڑھے پن اور کجی کو صاف سیدھا کرنے والی ہو۔ چنانچہ قوام اصلاح معاشرہ کے لئے ذمہ دار شخص کو کہا جائے گا۔ پس قوامون کا حقیقی معنی یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاح معاشرہ کی اوّل ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے۔ اگر عورتوں کا معاشرہ بگڑ جائے ان میں کجروی پیدا ہو جائے۔ ان میں آزادیوں کی ایسی رو چل پڑے جو اسلام کے عائلی نظام کو تباہ کرنے والی ہوں تو عورت پر دوش دینے سے پہلے مرد اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کیونکہ خدا نے ان کو نگران مقرر کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی بعض ذمہ داریاں اس سلسلے میں ادا نہیں کیں۔'' (قوار یر۔قوامون جلد دوم صفحہ:29)

لیکن آج دنیا کا اقتصادی نظام اس طرح کا ہوتا جا رہا ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی کمانا پڑ رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسلام کے اقتصادی نظام میں عورت اگر کمانا چاہے تو اس کو اجازت ہے لیکن خاوند کا یہ حق نہیں کہ اس کے کمائے ہوئے مال کو لالچ کی نظر سے دیکھے یا اس سے کوئی مطالبہ کرے۔ اگر وہ سارے کا سارا اپنا کمایا ہوا روپیہ اپنی مرضی سے الگ رکھتی ہے اپنے ماں باپ کو دیتی ہے۔ اپنے بھائیوں پر خرچ کرتی ہے جماعت کو دے دیتی ہے۔ ہرگز قرآن کریم کی تعلیم کی رُو سے مرد کو یہ حق نہیں کہ وہ اعتراض کرے کہ تمہاری کمائی کہاں گئی۔ اس کے باوجود مرد کا یہ فرض رہتا ہے کہ وہ عورت کی ذمہ داریاں بھی اُٹھائے اور بچوں کی ذمہ داریاں بھی۔ (قوار یر۔قوامون جلد دوم صفحہ:31)

عورتوں کو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ وہ نگران یا قوام نہیں ہیں۔ ایک کہاوت ہے ''جس کا کام اسی کو ساجھے'' اس لئے جس کی ذمہ داریاں ہیں اسے اُٹھانے دیں اور خوامخواہ اپنے اُوپر بوجھ نہ ڈالیں۔ لیکن جہاں شوہر کو ضرورت ہو وہاں اس کی ضرور مدد کرنی چاہئے۔

کیا سارے مرد قوام ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وہ مرد قوام ہیں جو اپنی بیویوں کے خرچ برداشت کرتے ہیں وہ نکھٹو جو بیویوں کی آمد پر پلتے ہیں وہ ہرگز قوام نہیں ہوتے۔''

اس مضمون کو خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقتباس سے ختم کرتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ اللہ کرے کہ ہم مائیں اپنے بیٹوں کی ایسی تربیت کریں کہ وہ صحیح معنوں میں قوام ہونے کا حق ادا کر سکیں۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے رشتہ میں میاں بیوی ہوں، باپ اور ماں ہوں یا بھائی بہن ہوں ان سب میں مرد کو مؤثر بنایا ہے۔ یعنی یہ اثر ڈالنے والا ہے اور عورت اثر کو قبول کرنے والی ہے۔ یہ ایک جزوی فضیلت اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر دی ہے اور اس کے نتیجہ میں ایک بہت بڑی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں یہ فضیلت دی ہے کہ تم اثر انداز ہو۔ اور عورت چاہے بیوی ہو، چاہے ماں ہو چاہے بیٹی ہو تمہارے اثر کو قبول کرتی ہے اور اس کے نتیجہ میں بہت سے ایسے اعمال بجالاتی ہے کہ اگر تمہارا اثر غلط ہوگا تو اس کے وہ اعمال بھی درست نہ ہوں گے۔ فرمایا چونکہ قوام اور مؤثر ہونے کا اعزاز تمہیں عطا کیا گیا ہے اس لئے ہم تمہیں کہتے ہیں کہ تم اپنی ذمہ داریوں کو اس وقت نبھانے والے ہوگے جب وہ عورتیں جو تمہارے اثر کے نیچے ہیں، الصالحات ہوں، قانتات ہوں، حافظات للغیب ہوں، اگر تمہارے اثر کے نیچے آنے والی عورت صالحہ نہیں، اگر وہ قانتہ نہیں، اگر وہ غیب کی حفاظت کرنے والی نہیں تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ تم پر جو قوام کی ذمہ داری عائد کی گئی تھی تم نے اسے نبھایا نہیں اس کے لئے تم ہمارے سامنے جواب دہ ہوگے۔ اس لئے ڈرتے ڈرتے اور بڑی احتیاط کے ساتھ اپنی زندگی کو گزارو تا اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہو اور اس کی نعمتوں اس کے فضلوں اور اس کی برکات کو حاصل کرنے والے ہو“ (خطبہ نکاح الفضل ۱۲۷ اگست ۱۹۸۶)

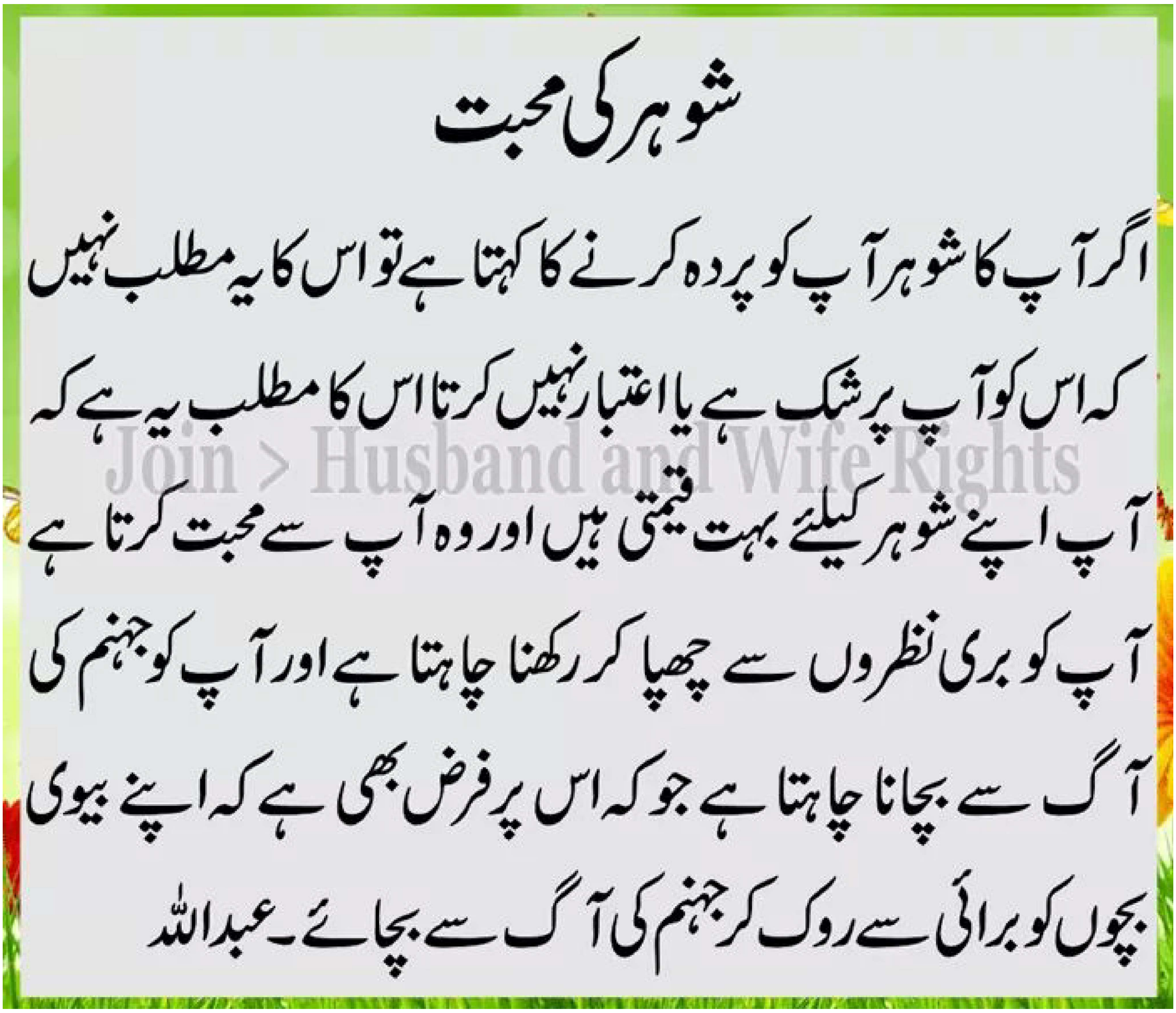

دورۂ جاپان اور ڈنمارک کے دوران حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ بچیوں کی دلچسپ مجلس سوال و جواب

حضور انور ایدہ اللہ کی نہایت اہم پُر شفقت ہدایات

(مبشرہ مبارکہ)

ایک عزیزہ نے سوال کیا کہ آجکل جو مختلف دہشتگرد دنیا میں کام کر رہے ہیں کیا یہ مسلمان ہیں۔ میری یونیورسٹی میں بچیاں مجھ سے پوچھتی ہیں کہ کیا ہم بھی ایسے ہی ہیں؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آنحضرت ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے پھر بادشاہت آئے گی پھر اس سے آگے جابر بادشاہت ہوگی۔ شدّت پسند بادشاہت ہوگی۔ ایذا رساں حکومتیں ہوں گی اور اندھیرا زمانہ آئے گا۔ اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوّت ہوگی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس آخری زمانے میں مسلمان کہلانے والے بگڑ جائیں گے۔ اسلام کی تعلیم کو بھلا بیٹھیں گے۔ جب یہ حالت ہوگی تو اس وقت مسلمانوں کو پھر سدھارنے کے لئے ان کی ہدایت اور اصلاح کے لئے امام مہدی آئے گا۔

پس آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی کے مطابق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے اور ہم نے آپ کو مان لیا اور ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آپؑ ہی وہ مسیحؑ اور مہدیؑ ہیں جن کے آنے کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ پس آپؑ نے اس بگڑی ہوئی تعلیم کو ٹھیک کیا اور غلط کاموں کی اصلاح کی۔ ہم نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کیا جبکہ دوسرے مسلمانوں نے قبول نہیں کیا اس لئے دوسرے مسلمانوں کی طرح ہم بگڑے ہوئے مسلمان نہیں ہیں۔ ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بتائی ہوئی اسلام کی سچی اور حقیقی تعلیم پر عمل پیرا ہیں اور یہ سچی اور حقیقی تعلیم امن و سلامتی کی تعلیم ہے۔ آج کل اسلامی جہاد کے نام پر جو لڑائی، قتل و غارت اور خونریزی کی جارہی ہے یہ ہرگز کوئی اسلامی جہاد نہیں ہے۔ جب تک تمہارے مذہب کو ختم کرنے کے لئے تم سے کوئی جنگ نہیں کر رہا تو تمہیں تلوار اُٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضور انور نے رفرمایا کہ آج جو مخالف ہے وہ اسلام پر میڈیا اور لٹریچر کے ذریعہ حملہ آور ہے تو ہم نے بھی اس کا جواب میڈیا کے ذریعہ اور لٹریچر کے ذریعہ دینا ہے۔ آج قلم کا جہاد ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے سے بتا دیا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب یہ مسلمان بگڑ جائیں گے اور اسلامی تعلیم کو بھلا بیٹھیں گے۔ اسلامی تعلیم تو قرآن کریم میں کھلے طور پر درج ہے، وہ تو موجود ہوگی لیکن اس کو سمجھانے والے، اس کو بتانے والے جو علماء ہیں، وہ بگڑ چکے ہوں گے۔

آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی کو پورا ہوتا دیکھ کر ہمارا ایمان بڑھتا ہے۔ پس ہم ہرگز ان بگڑے ہوئے مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔ ہم ان میں سے ہیں جو امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لائے اور ہم اسلام کی سچّی اور حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ جماعت کے تعارف، اسلام کی امن و سلامتی کی تعلیم پر مشتمل چھوٹے چھوٹے بروشر ساتھ رکھا کرو اور جن سے بات ہو ان کو ساتھ ساتھ دے دیا کرو۔ تم اُردو اور جاپانی دونوں زبانیں جانتی ہو اور یونیورسٹی، کالج میں پڑھتی ہو اس لئے جو پمفلٹس وغیرہ ہیں ان کا ترجمہ کیا کرو۔

دورۂ ڈنمارک کے دوران حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ بچیوں کی دلچسپ مجلس سوال و جواب میں ایک بچی نے سوال کیا

یورپین لوگ دین سے کیوں نفرت کرتے ہیں اور اللہ کو کیوں نہیں مانتے؟

اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: کہ بہت سے مسلمانوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانا۔ ان

لوگوں میں صحیح اسلامی تعلیم نہیں ہے۔ مسلمان اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیم کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ دشمن سے بھی بے انصافی نہ کرو۔ اسلام انصاف کی تعلیم دیتا ہے جب کہ مسلمان انصاف نہیں کرتے۔ اسلام حکومت کے قانون کی پابندی کا کہتا ہے لیکن عام طور پر مسلمان پابندی نہیں کرتے۔ اسی طرح اور بہت سی اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، لڑائیاں کرتے ہیں۔ مسلمان حکومتیں اپنے لوگوں کو مار رہی ہیں۔ لوگ حکومت کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں۔ rebel پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کو جب یورپ کے لوگ دیکھتے ہیں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اسلام ایسا ہی مذہب ہے۔ بعض لوگ شدت پسند اور مار دھاڑ کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم ان کو بتاتے ہیں کہ یہ اسلام نہیں ہے، اسلام تو پُر امن اور صلح، آشتی کا مذہب ہے۔ اسلام کے معنی ہی سلامتی کے ہیں۔ اسلئے ہم ان کو شدت پسند نہیں کہہ سکتے۔

حضور انور نے فرمایا کہ مَیں مختلف جگہوں اور کانفرسوں میں بتاتا ہوں کہ اسلام یہ ہے تو اس پر یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اسلام تو بہت خوبصورت ہے۔ اسی طرح جب ہم لیفلیٹس تقسیم کرتے ہیں تو لوگوں کو صحیح اسلام کا پتہ چلتا ہے۔ اس پر لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح کے اسلام کو تو ہم پسند کرتے ہیں۔ اگر تم ایم ٹی اے دیکھو تو اس میں مختلف پروگرام آتے ہیں، یورپین لوگ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ جو اسلام جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے یہ تو بڑا اچھا اسلام ہے۔ اس لئے اصل اسلام وہ ہے جو ہم احمدی بتاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے بھی یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ مسلمان ایک زمانہ میں بگڑ جائیں گے اور اصل تعلیم کو بھول جائیں گے۔ اس وقت مسیح موعود علیہ السلام آئیں گے اور اسلام کی صحیح تعلیم بتائیں گے۔ تم احمدی ہو لوگوں کو بتاؤ کہ جو اسلام تم دوسرے مسلمانوں میں دیکھتے ہو، وہ صحیح اسلام نہیں ہے بلکہ جو اسلام نبی کریم ﷺ لائے ہیں اور قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے، وہ امن اور محبت کا اسلام ہے، ہم احمدی لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔

ایک بچی نے سوال کیا کہ احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا : احمدی اور غیر احمدی میں یہ فرق ہے کہ رسول کریم ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی اور سورۃ الجمعہ میں بھی اس کا ذکر ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود آئیں گے۔ غیر احمدی بھی مانتے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی معہود آئیں گے لیکن وہ کہتے ہیں کہ مسیح آسمان سے اُتریں گے، عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور دوبارہ تشریف لائیں گے، جب کہ ہم لوگ کہتے ہیں کہ کوئی انسان ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر کسی نے زندہ رہنا تھا تو وہ آنحضرت ﷺ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی تو آنحضرت ﷺ ہیں۔ جب آپ زندہ نہیں رہے تو حضرت عیسیٰؑ کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ ہم دوسرے مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تم غلط سمجھے ہو، کسی نے آسمان نہیں اُترنا اور نہ مہدی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ہدایت دینی ہے اور عیسائیوں کو قتل کرنا ہے بلکہ مسیح اور مہدی ایک ہی وجود ہے اور اسی مہدی اور مسیح نے مسلمانوں کو ہدایت دینی ہے اور دلیل سے دوسرے لوگوں کے اعتراضات کا ردّ کرنا ہے، لوگوں کو بتانا ہے کہ اصل تعلیم کیا ہے اور سب لوگوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ جس مسیح اور مہدی نے آنا تھا وہ اُمّت میں سے ہی آگیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی صحیح بخاری میں اس کے اُمّت میں سے آنے کے بارہ میں خوشخبری دی ہے اس لئے جو آنے والا تھا وہ آگیا ہے اور وہ مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام ہی ہیں۔ ہم ان کو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مانتے ہیں۔ جب کہ غیر احمدی کہتے ہیں کہ وہ ابھی نہیں آیا، اُس نے آسمان سے ہی آنا ہے۔

مسیح موعودؑ کی آمد کے متعلق جو نشانیاں دی گئی تھیں وہ بھی پوری ہوگئی ہیں، جن میں نئی سواریوں کے آنے کا بھی ذکر ہے، ٹرینیں ہوں گی، جہاز ہوں گے، پھر سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں مقررہ تاریخوں میں گرہن لگنے کی نشانی بھی تھی، وہ بھی پوری ہوگئی ہے۔ اسلئے ہمارے پاس تو دلیل ہے کہ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق جس نے آنا تھا وہ آچکا ہے، ہم نے اس کو مان لیا ہے۔ اب کسی اور نے نہیں آنا۔ دوسرے مسلمان کہتے ہیں کہ اس نے آسمان سے آنا تھا۔ حضور انور نے فرمایا آپ لوگ نشانات اور دلائل کو بھی یاد کریں۔ (الفضل انٹرنیشنل 10 جون تا 16 جون 2016ء)

قوس قزح کے رنگ آپ کے سنگ

عزیز ممبرات لجنہ اماء اللہ! اس میں آپ کوئی اقتباس، معلومات، کام کی باتیں، آزمودہ ٹوٹکے، اقوال زرّیں، قبولیت دعا کے واقعات، نسخہ جات اور اپنے پسندیدہ اشعار بھجوا سکتی ہیں۔

رسول کریم ﷺ کے بنیادی نام اور صفات:

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔ **میں محمد ﷺ** ہوں (یعنی غایت درجہ ستائش پانے والا) **اور احمد** ہوں (یعنی غایت درجہ حمد کرنے والا) **اور میں ماحی** ہوں (یعنی مٹانے والا) میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا۔ **میں حاشر** ہوں (یعنی اکٹھا کرنے والا) میرے قدموں پر لوگ اکٹھے کئے جائیں گے **اور میں عاقب** ہوں (یعنی پیچھے آنے والا)

(بخاری کتاب المناقب باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ 3532) (روزنامہ الفضل 13 فروری 2016ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''استغفار کرتے رہو اور موت کو یاد رکھو۔ موت سے بڑھ کر اور کوئی بیدار کرنے والی چیز نہیں ہے۔ جب انسان سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتا ہے۔'' (ملفوظات جلد 3 صفحہ 247)

''۔۔۔ایک ہی مقام پر ٹھہر جانا کوئی اچھی صفت نہیں۔ دیکھو ٹھہرا ہوا پانی آخر گندہ ہو جاتا ہے۔ کیچڑ کی صحبت کی وجہ سے بدبودار اور بدمزہ ہو جاتا ہے۔ چلتا پانی ہمیشہ عمدہ ستھرا اور مزیدار ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نصرت انہیں کی شاملِ حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں۔۔۔ اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے۔'' (ملفوظات جلد 10 صفحہ 139)

اقوال زرّیں

اگر اُونچا مرتبہ چاہتے ہو تو اپنے اندر برداشت پیدا کرو سمندر اپنی وسعت کے باوجود خاموش رہتا ہے۔

اپنے ربّ پر ہمیشہ بھروسہ رکھو کیونکہ اللہ وہ نہیں دیتا جو ہمیں اچھا لگتا ہے اللہ وہ دیتا ہے جو ہمارے لیے اچھا ہوتا ہے۔

جو لوگ درد کو سمجھتے ہیں وہ کبھی درد کی وجہ نہیں بنتے۔

سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

صادق کا تھوڑا سا مال جھوٹے کی بہت سی دولت سے بہتر ہے۔

صرف سچائی ناقابل تقسیم ہے۔

سچ کبھی جھوٹ سے شکست نہیں کھا سکتا۔ (لبنیٰ طارق)

پسندیدہ اشعار

الٰہی ہمیں رنج و غم سے چھڑا دے
خوشی کی خبر ہم کو جلدی سنا دے
یہ ممکن نہیں ہے کہ خالی پھرے وہ
تیرے در پہ بندہ جو کوئی صدا دے (درعدن) (سرور مبارک)

آزمودہ ٹوٹکے

بلڈ پریشر کے لیے

گرمیوں کی سبزیوں میں ٹینڈے بہت افادیت کے حامل ہیں۔ان سے جسمانی کمزوری ختم ہوتی ہے۔ہائی بلڈ پریشر کے مریض اگر اس سبزی کا کثرت سے استعمال کیا کریں تو اس سے بیماری میں افاقہ ہوتا۔ٹینڈوں کے چولائی کا ساگ بھی اس مرض کے لیے مفید ہے۔

آنکھوں کے حلقوں کے لیے

آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے چہرے کو داغدار کر دیتے ہیں۔اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔بے آرامی، دیر تک رات کو جاگنا، یا کسی اندرونی خرابی کی وجہ سے ٹھنڈے پانی میں روئی کے دو پھاہے بھگو کر نچوڑ لیں اور ان پر تھوڑا تھوڑا عرق گلاب چھڑک کر ان پھاہوں کو آنکھوں پر رکھ کے سکون سے پندرہ منٹ کے لیے لیٹ جائیں۔اسے ہر روز کریں اور پھر کچھ روز بعد دیکھیں حلقے دُور ہونے لگیں گے۔

حلقوں کے لیے گاجروں کا جوس پیئیں اور ایسی خوراک جس میں وٹامن اے ہو کھایا کریں۔

جسم کی گرمی دور کرنے کے لیے

کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں چنگاریاں سی نکلتی محسوس ہوتی ہوں۔ہاتھ پاؤں جلتے ہوں تو خشک دھنیا پیس کر مصری ملا کر کھائیں۔یا سبز دھنیا گھوٹ کر مصری ملا کر پیئیں۔جسم کی ساری گرمی کا اثر زائل ہو جائے گا۔ (سرور مبارک)

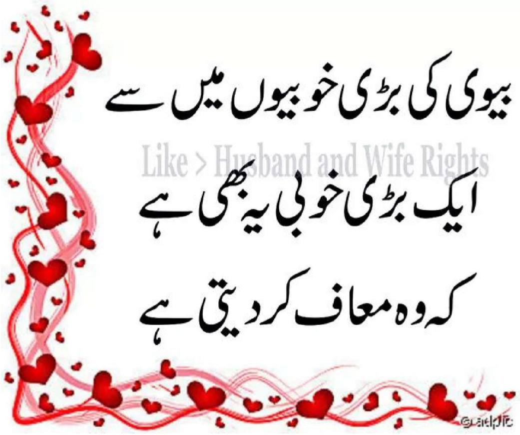

(شمسہ خالد)

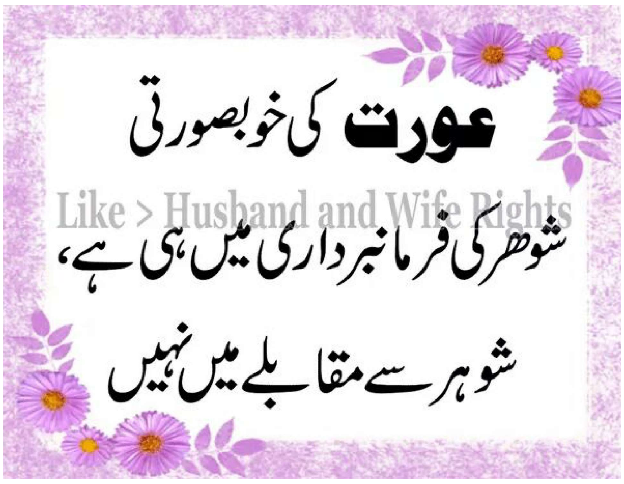

توازن میں حسن ہے

(لبنیٰ طارق)

خدا تعالیٰ نے جب کائنات کو پیدا کیا تو اس کا نظام چلانے کے لئے ہر قسم کی چیزیں پیدا کیں اور ان چیزوں کو استعمال کرنے کے لئے انسانوں کو پیدا کیا اور انسان کو اس کائنات میں رہنے کے تمام طریقے سکھائے۔ ان کے جوڑے بنائے۔ مرد وعورت کو حقوق وفرائض اور ذمہ داریاں بتائیں ان کی حدود اور اختیارات بتائے۔ اسلام توازن سکھاتا ہے۔ اور اسی میں حسن ہے۔ اسلام مغرب کی طرح برابری کا نام نہاد نعرہ نہیں لگاتا بلکہ یہ بتاتا ہے کہ بنیادی حقوق برابر ہیں لیکن انتظامی لحاظ سے ذمّہ داریاں مختلف ہیں۔ اگر مرد اور عورت اپنی اپنی ذمّہ داریاں ادا کریں تو حقوق خود بخود مل جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: ترجمہ: جس طرح ان پر (یعنی عورتوں پر) کچھ ذمہ داریاں ہیں ویسے ہی مطابق دستور انہیں بھی کچھ حقوق حاصل ہیں۔ ہاں مگر مردوں کو ان پر ایک طرح کی فوقیت حاصل ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت 229)

جہاں تک انسانی حقوق کا تعلق ہے عورتوں کو بھی ویسا ہی حق حاصل ہے جیسے مردوں کو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں اور عورتوں کو یکساں احکام دیے ہیں اسی طرح انعامات میں بھی یکساں شریک قرار دیا ہے غرض خدا نے نہ دنیا میں ان کی کوئی حق تلفی کی ہے اور نہ اگلے جہاں میں انہیں کسی انعام سے محروم کیا ہے۔ حقوق کے لحاظ سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں مگر انتظامی لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر ایک حق فوقیت حاصل ہے۔ مرد عورتوں کے قوّام ہیں اور نگہبان ہیں مطلب یہ کہ وہ ضروریات زندگی کی تکمیل کرتا ہے، اصلاح کرتا ہے۔ تو جو نگہبان ہے اُس میں برداشت ہونی چاہیئے۔ عورتوں میں قوّتِ متاثرہ زیادہ ہوتی ہے وہ جلد اثر قبول کرتی ہے۔ اِس لئے لازم ہے کہ گھر کا نگران اپنے اخلاق کا اچھا نمونہ دکھائے۔ مرد اگر پارسا نہ ہو تو عورت کب صالحہ ہوسکتی ہے۔ ہاں اگر مرد صالح بنے تو عورت بھی صالحہ بن سکتی ہے، قول سے نصیحت نہ کی جائے بلکہ فعل سے نصیحت کی جاوے تو اسکا اثر ہوتا ہے۔

شادی کے نتیجے میں ایک مرد اور عورت باہم اکٹھا ہوتے ہیں یہ کوئی سادہ بات نہیں۔ یہ دو مختلف شخصیتوں کا ایک ساتھ جمع ہونا ہے۔ اِن میں سے ہر کوئی ایک دُوسرے سے علیحدہ ہوتا ہے۔ ہر کوئی چاہتا کہ اس کو اچھا جیون ساتھی ملے لیکن اچھا جیون ساتھی ریڈی میڈ سامان کی طرح نہیں ملتا۔ یہ کام خود کرنا پڑتا ہے۔ اِس کے لئے دو صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔ سچّی ہمدردی اور صبر و تحمّل۔ کسی مرد یا عورت کے اندر تمام اچھی صفات نہیں پائی جاتیں۔ یہ فِطرت کا نظام ہے کہ کِسی کے اندر کوئی صِفت ہوتی ہے اور کِسی کے اندر کوئی۔ اِنسان کا مزاج ہے کہ وہ کِسی کے منفی پہلو کو زیادہ دیکھتا ہے اور مثبت پہلو اسکی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک تباہ کُن مزاج ہے، اگر اِس کے اُلٹ کیا جائے تو تعلقات خود بخود خوش گوار ہو جائیں گے۔ ایسا کرنے سے ہر مرد کو اپنی بیوی دُنیا کی حسین ترین رفیقِ حیات دکھائی دے گی اور ہر عورت کو اُسکا خاوند بہترین رفیقِ حیات نظر آئے گا۔ خُدا نے کسی مرد یا عورت کو کمتر نہیں پیدا کیا۔ اگر یہ سمجھ لیا جائے تو زندگی شُکر کی زندگی بن جائیگی۔ شکایت، محرومی کا احساس اِن کے اندر باقی نہ رہے گا اور پھر زیادہ بہتر طور پر زندگی کی تعمیر کے قابل ہو جائیں گے۔ شیطان ہمیں شاکی یعنی شکایت کرنے والا بنانا چاہتا ہے۔ شاکر بننا مُشکل کام ہے۔ لیکن شاکر انسان ہی خُدا کا پسندیدہ اِنسان ہوتا ہے۔

سورۃ النساء آیت 35 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے۔''

مرد اپنی فطرت کے اعتبار سے انانیت پسند ہے اور عورت فطرت کے اعتبار سے جذباتی۔ اِس فرق کی بنا پر اکثر دونوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے عورت اور مرد کے اِس فطری فرق کو اس طرح سے مٹایا جا سکتا ہے کہ جب مرد کی انا بھڑکے تو عورت خاموش ہو جائے اور جب عورت کے جذبات

بھڑکیں تو مرد خاموشی اختیار کر لے۔ اگر دونوں میں سے کوئی بھی یہ رویّہ اختیار نہ کرے تو اِس مسئلے کا حل سِرے سے ممکن نہیں۔ غُصہ ایک منفی جذبہ ہے جب ایک بار بھڑکتا ہے تو بھڑکتا ہی جاتا ہے۔ ابتدائی طور پر وہ ایک حد تک رہتا ہے اگر اِس کو کوئی بڑھاوا نہ دے تو یہ منفی جذبہ تھوڑی دیر بعد ہی ختم ہو جائے گا۔ منفی جذبے کے بارے میں فطرت کا قانون ہے کہ وہ پیدا ہونے کے بعد 30 سیکنڈ تک اُوپر کی طرف جاتا ہے۔ اِسکے بعد اگر اسے بڑھاوا نہ ملے تو فطری طور پر 30 سیکنڈ کے بعد نیچے کی طرف جانے لگتا ہے۔ نفس اِنسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، اِس پر فتح پا لیں تو عائلی زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔ عورت کو سرمایہ سکون کہا گیا ہے لیکن یہ سرمایہ رحمت تب بنے گی جب مرد اِس کو آرام وسکون دے گا۔ جو سکون کا تُخم گھر میں بوتے ہیں وہی سکون کی فصل کاٹتے ہیں کیونکہ کانٹے بونے والے پھول نہیں چُنا کرتے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہیں خدا کے نزدیک دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے جس طرح مرد خدا کا بندہ ہے اسی طرح عورت خدا کی بندی ہے جیسے مرد خدا کا غلام ہے ویسے ہی عورت خدا کی لونڈی ہے۔۔۔ عورت گائے یا بھینس کی طرح نہیں کہ لیا اور باندھ لیا انسانیت کے لحاظ سے عورت ویسی ہی ہے جیسے کوئی مرد۔ آزادی ایک قیمتی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایسا ہی حصہ دیا ہے جیسے مرد کو اور دونوں پر بعض فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ بعض مرد اس مسئلہ کو نہیں سمجھتے، وہ سمجھتے ہیں کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ کے ماتحت عورتوں پر حاکم ہیں حالانکہ ان کو درجہ نگران کا ملا ہے حاکم کا نہیں'' (قواریر۔قوامون حصہ دوم صفحہ 26.25)

جس طرح خدا تعالیٰ نے مرد پر کمانے کی اور اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کی ذمہ داری ڈالی ہے اسی طرح عورت پر گھریلو ذمہ داریاں مثلاً گھر کو سنبھالنا بچوں کی اچھی تربیت کرنا، خاوند کے مال کی اور اس کی عزت کی حفاظت کرنا شامل ہے اگر ہر کوئی اپنے اپنے دائرہ اختیار میں رہے تو ایسے گھروں میں کبھی فساد نہیں ہوتا جھگڑا اور فساد ہوتا ہی تب ہے جب ہم اپنے فرائض کو بھول کر اپنے حقوق حاصل کرنے کی اور خدا اور اس کے رسول کی باتوں کا اُلٹ ترجمہ کرتے ہیں جیسا کہ خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے ہیں کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ والی آیت بیاہے ہوئے مردوں کو بہت اچھی لگتی ہے۔ کیونکہ وہ اس سے مراد اپنے آپ کو عورتوں پر حاکم سمجھتے ہیں۔ **حدیث ہے:** ''کہ جو عورت گھر میں وقار سے رہتی ہو اور اپنے خانگی فرائض ادا کر رہی ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کا اجر دیا جاتا ہے'' (قواریر۔قوامون حصہ دوم صفحہ 85)

ہر نظام کو چلانے کے لیے ایک لیڈر کی ضرورت ہوتی ہے اور اکیلا لیڈر کچھ بھی نہیں کر سکتا جب تک اس کو ساتھ کام کرنے والوں کا تعاون حاصل نہ ہو۔ یہ لیڈر کا اعزاز خدا نے مرد کو دیا اور ساتھ بھاری ذمہ داریاں بھی۔ وہ نگران ہے رکھوالا ہے، کشتی بان ہے باغبان ہے۔ جبکہ بیوی اس لیڈر کی مددگار، ساتھی، غمگسار، ہمدرد دکھ درد کو بانٹنے والی ایک ایسی ہستی ہے جس سے دن بھر کا تھکا ہارا مرد جب گھر لوٹتا ہے تو تسکین پاتا ہے۔ کہاوت مشہور ہے کہ ''ایک کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے'' اسی طرح ہر خوشگوار جوڑے کے پیچھے میاں بیوی کی دعاؤں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ایک طرف قرآن میں وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کہ کر فرما دیا کہ ان (یعنی بیویوں) کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ دوسری طرف عورت کی فطرت ایسی بنائی کہ وہ مرد کی حفاظت اور اس کے سائے میں تسکین محسوس کرتی ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی اور رحمت کا رِشتہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ایک دوسرے کے حقوق اور ذمہ داریوں میں اسی طرح برابر ہو گویا تم ان کا لباس ہو اور وہ تمہارا لباس ہیں۔ پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کام لباس کرتا ہے وہی کام خاوند کو بیوی کے لئے کرنا چاہئے اور بیوی کو خاوند کے لئے۔

خدا کرے کہ ہم میں سے ہر احمدی گھرانا اس حدیث کا مصداق ہو کہ ہر میاں اپنی بیوی کا لباس ہو اور ہر بیوی اپنے میاں کا لباس ہو۔ دونوں اپنے اپنے فرائض کو سمجھنے والے ہوں۔ اپنے اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے دعاوں سے مدد مانگتے ہوئے اپنے گھروں کو جنت کا نمونہ بنانے والے ہوں خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین ثم آمین

پکوان   چکن پٹیٹو جالفریزی

اشیاء

چکن	آدھا کلو	ڈبل روٹی کا چورا	ایک کھانے والا چمچ
آلو	ایک کلو	مارجرین یا مکھن	آدھی پیالی
ٹماٹر	2عدد	کوکنگ آئل	حسب ضرورت
میدہ	2 کپ	اجوائن	ایک چائے کے چمچ کا تیسرا حصہ
بادام	ڈیڑھ کپ	مرچ	حسب ضرورت
لہسن	3جوئے (چھیل لیں)	نمک	حسب ذائقہ
پیاز	3عدد		

ترکیب: چکن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں۔ پھر ان میں نمک ملا کر فرائی کر لیں اور آلو ابال کر چھیل لیں۔ آلوؤں کو مسل کر مکھن میں دیں اور ساتھ ہی میدہ نمک اور مرچ بھی ملا دیں۔ فرائی پان میں آئل گرم کر لیں اور اس میں لہسن اور ایک پیاز کاٹ کر فرائی کر لیں اور ایک بادام کتر کر اس میں ملا دیں۔ اور اس آمیزے کو آلوؤں میں شامل کر دیا جائے۔ اس کے بعد ان آلوؤں کے آمیزے کو پھیلا کر اس کے چھ ٹکڑے کر لیں اور ان ٹکڑوں کے اوپر ڈبل روٹی کا چورا لگائیں اور گرم آئل میں تل کر سرخ کر لیں۔ دو عدد پیاز باریک کاٹ کر نمک اور اجوائن ملے پانی میں ابال لئے جائیں۔ جب پانی اُبلنے لگے تو ٹماٹر بھی ڈال دیے جائیں اور جب ٹماٹر نرم پڑ جائیں تو فرائی کیا ہوا چکن اس میں ملا دیں اور پانچ منٹ تک دم پر لگا دیں اس کے بعد آدھا کپ کترے ہوئے بادام ملائیں۔ ڈش میں چکن کا آمیزہ نکال کر اِرد گرد تلے ہوئے آلوؤں کے ٹکڑے سجا دیے جائیں اور ٹماٹر کے قتلے اور سبز مرچ و دھنیا چھڑک دیں۔ نہایت لذیذ ڈش تیار ہے۔ (سرور مبارک)

صحت کارنر   دہی کے فوائد

دہی کا استعمال صحت کے لئے انتہائی ضروری ہے اس میں موجود معدنیات اور وٹامنز بھرپور اور توانا زندگی فراہم کرتے ہیں۔ دہی صدیوں سے انسانی خوراک کا حصہ ہے۔ قدیم زمانے سے انسان گائے، بکری، بھینس، اونٹ اور بھیڑ کے دودھ کو بطور غذا استعمال کرتا آ رہا ہے جبکہ دودھ سے بننے والا دہی بھی نہ صرف کھانوں کو لذت بخشتا ہے بلکہ غذائیت بھی فراہم کرتا ہے اور جسم کی ضروریات کو بھی پورا کرتا ہے۔ طبی لحاظ سے بھی دہی نہ صرف بہت مفید اثرات کا حامل ہے بلکہ اس کا استعمال متعدد بیماریوں سے بچاتا ہے۔

ہڈیوں کے لئے اہم غذا: دہی میں شامل کیلشیئم اور وٹامن ڈی ہڈیوں کے لئے انتہائی اہم ہے اور اس کا روزمرہ استعمال ہڈیوں کی مضبوطی میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے جب کہ ہڈیوں کو بہت سی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے۔

بلڈ پریشر میں مفید: دہی کا استعمال بلڈ پریشر کے مریضوں کے لئے معاون ثابت ہوتا ہے اس میں شامل پوٹاشیم بلڈ پریشر کو کم کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

وزن کم کرنے میں مددگار: ایک تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ دہی کا استعمال وزن کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں موجود کیلشیئم جسم میں موجود چربی کو پگھلاتا ہے اور وزن کو بڑھنے سے روکتا ہے۔

وٹامن سے بھرپور: دہی وٹامن سے بھرپور غذا ہے اس کا ایک کپ روزانہ جسم میں پوٹاشیم، فاسفورس، وٹامن بی آیوڈین اور زنک کی کمی کو پورا کرتا ہے اور صحت مند زندگی دیتا ہے۔

(روزنامہ الفضل 9 جون 2016ء) (''آج'' یکم مئی 2016ء)

پیاری ناصرات آپ سب کو بہت بہت

عید مبارک

امید ہے سب نے عیدالفطر کو بہت بھرپور انداز سے منایا ہوگا۔ عید کے روز ہر طرف بکھری مسکراٹیں ایک دوسرے سے گلے ملتے عید کی خوشیاں بانٹتے لوگ اس تہوار کی قدرو اہمیت کو نہ صرف اجاگر کرتے ہیں بلکہ ہر سو پیار محبت اور امن کی خوشبوں بکھیرتے ہیں۔

میٹھی میٹھی سویاں نئے کپڑے بچوں کی عیدی بچیوں کی چوڑیوں کی کھنک عید کے دن کی خوشیوں کو دوبالا کر دیتی ہیں۔

عید کی اصل روح یا اس کا مقصد خوشیاں بانٹنا ہے، تہوار خوشیوں کی علامت ہوتے ہیں اور خوشیاں کم سے کم تہواروں پر سب کی ایک جیسی ہونی چاہیے۔

اگر ہم چاھیں تو عید کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں ان لوگوں میں بانٹ سکتے ھیں جو عید پر بھی ان سے محروم ھیں

زیادہ نہیں تو ہم اپنے جیب خرچ سے ھی ایسے بچوں کی مدد کرسکتے ھیں جو غریبی کی وجہ سے عید پر نئے کپڑے ،جوتے پہننے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

یہ چھوٹے چھوٹے سے اقدام کسی بھی محروم طبقے کے لئے بہت بڑی نعمت سے کم نہیں۔ جب خدا نے ہمیں اتنی نعمتوں سے نواز رکھا ہے تو اس کی مخلوق میں اسی کی بخشی ہوئی چند نعمتیں بانٹنے سے نہ تو ہماری نعمتوں میں کمی آئے گی اور نہ ہی ہمارے مال میں۔

ویسے بھی بچو خوشیاں بانٹنے سے مزید بڑھتی ہیں ۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

’’اپنی لذات کا قبلہ خدا کو بنائیں۔ کائنات کی ہر چیز حمد کا باعث ہے۔ عبادت کو حمد سے خالی نہ ہونے دیں۔‘‘

۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء

اس ماہ کا پیغام

اچھی باتیں پڑھنے کی عادت ہو تو اچھی باتیں کرنے کی عادت خود بخود بن جاتی ھے

ہُوا مَیں تیرے فضلوں کا منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
(دُرِّثمین)

ایک چھوٹا بچہ اپنے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک سیب لئے کھڑا تھا اس کے والد نے مسکراتے ہوئے کہا ''بیٹا ایک سیب مجھے دے دو'' اتنا سنتے ہی اس بچے نے ایک سیب کو اپنے دانتوں سے کاٹ لیا۔ اس سے پہلے کہ اس کے والد اُسے کچھ بول پاتے اُس نے دوسرا سیب بھی اپنے دانتوں سے کاٹ لیا اپنے بیٹے کی اس حرکت پر والد دھک سے رہ گئے اور ان کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی تب ہی بیٹے نے اپنے ایک ہاتھ کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''ابو یہ لیں

یہ والا زیادہ میٹھا ہے''

ہم کبھی کبھی پوری بات اور معاملات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔۔۔''

لطائف

ماں بچوں سے: جو میری بات مانے گا اور میرے آگے بالکل نہیں بولے گا اس کو میں ٹافی دوں گی۔

پپو: لو جی! اس طرح تو ساری ٹافیاں ابو کو ہی ملیں گی۔

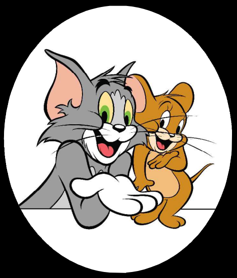

بھکاری: کچھ کھانے کو دے دو

لڑکی: ٹماٹر کھاؤ

بھکاری نہیں۔۔۔ روٹی دے

لڑکی: ٹماٹر کھاؤ

بھکاری: اچھا چلو ٹماٹر ہی دے دو۔

لڑکی کی ماں: یہ تو توتلی ہے۔ کہہ رہی ہے کہ ''کما کر کھاؤ''

دماغ لڑائیں''''

سعدیہ کے ابو کی چار بیٹیاں ھیں!

پھلی کا نام : ABCD ہے

دوسری کا نام :BCDE ہے

تیسری کا نام :CDEF ہے

چوتھی کا نام :.........نام بتائیں؟؟؟

تمام ناصرات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو مہینہ میں ایک خط ضرور لکھا کریں
اس کے لیۓ خط کا ایڈریس اور فیکس نمبر درج ذیل ہے

16 Gressenhall Road London

SW18 5Ql, United Kingdom

فیکس نمبر: 00442088705234

جواب۔ سعدیہ

ناصرات الاحمدیه ناروے کا مقابله ضیافت

چند تصویری جھلکیاں

عید مبارک

Muslimuffins

6 dL sammalt hvetemel

3 dL havregryn

2 ts bakepulver

2 gulrøtter

3 egg

5 dL naturell kesam

100 g smeltet smør

2 dL rosiner

2 ts kardemomme

Sett ovnen på 180 grader. Bland sammen mel, havregryn og bakepulver i en stor bolle. Rasp gulrøtter og ha det i blandingen. Tilsett egg, kesam, og smeltet smør. Rør alt godt sammen. Tilsett rosiner og kardemomme på slutten.

Fordel 12 store muffinsformer på en stekeplate og fordel røren oppi. Anbefaler å bruke muffinsstekeplate, om ikke, bruk eventuelt doble muffinsformer så flyter de ikke ut. Stek midt i oven i 25-30 minutter. Avkjøles på rist.

Disse passer perfekt i matboks :)

Ingredienser:

3 ss sitronsaft, 2 eggeplommer, 2 dL god olje, 2 fedd hvitløk

Bland sitronsaft og eggeplommer godt, bruk stavmikser på lav hastighet. Tilset olje i en tynn stråle mens du fortsetter å piske. Når det tykner tilsetter du presset hvitløk. Smaksett med salt og pepper. Sett kjølig

Sett strek mellom tallene

Enkelt mehndi-mønster steg for steg

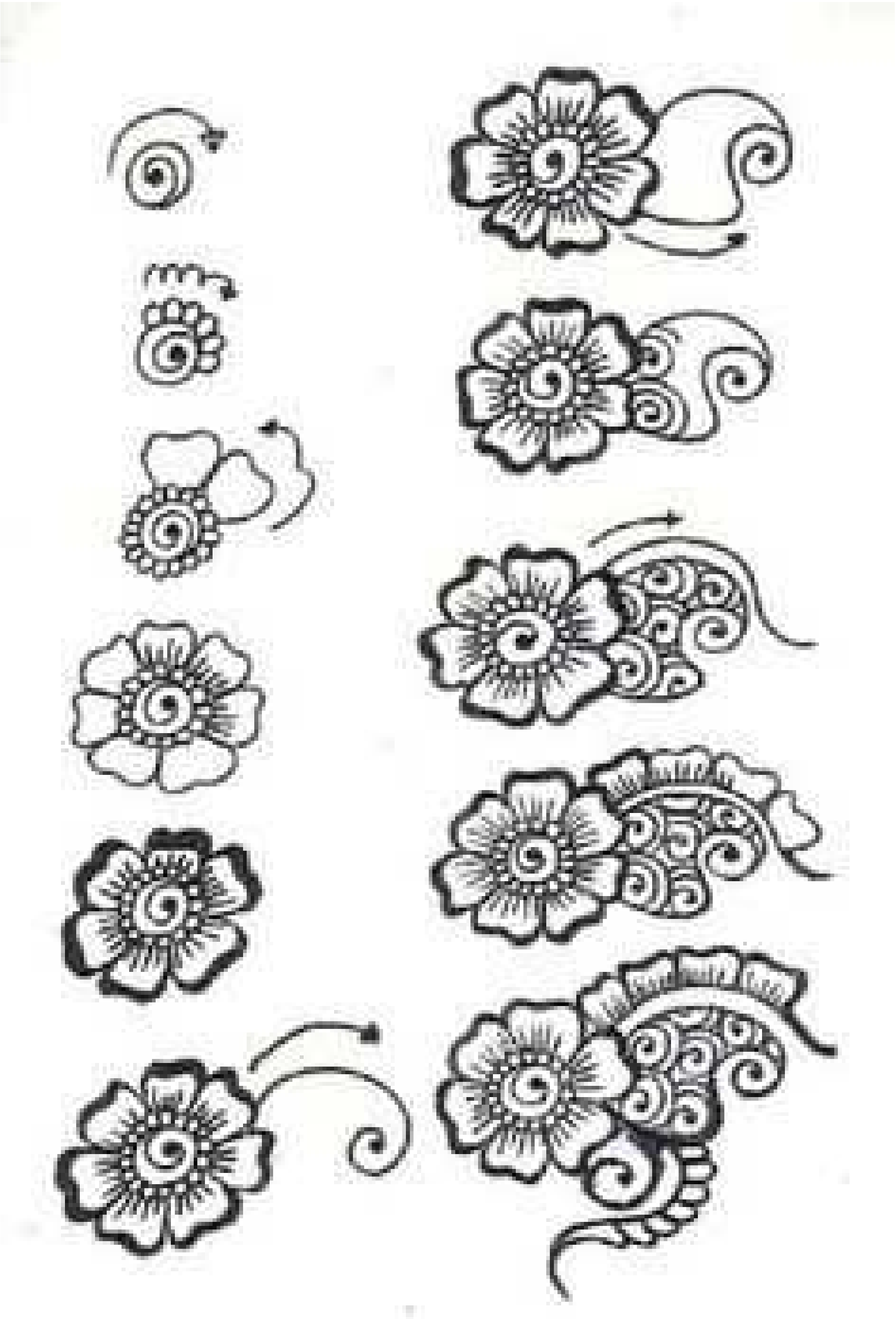

Eid ul - Adha

Skrevet av: Hadiqa Farhat

Eid-ul-Adha er en islamsk høytid som feires etter pilegrimsreisen, hadj, og som varer i tre dager. Den feires til minne om profeten Abrahams (fred være med ham) villighet til å ofre sin sønn Ismail til Allah etter å ha blitt beordret om dette i en drøm. I dag ofres sauer, geiter, okser og kameler som symbol på dette. Kjøttet blir delt ut blant fattige, venner og naboer. Eid-ul-Adha starter med en felles bønn, som finner sted i den lokale moskeen. Tilbedere bærer sine fineste klær for anledningen. Det er også en tid for å besøke venner og familie, og for utveksling av gaver.

Historien om Abraham[as] og sønnen hans er nevnt som følgende i Koranen:

"Abraham sa: Min sønn, jeg har sett i en drøm at jeg ofrer deg (som offergave). Overvei derfor hva du mener (om dette). Han (Ismael) svarte: Å min far, gjør som du er blitt befalt; du vil - om Allah vil - finne, at jeg er en av de utholdende. Og da de begge hadde underkastet seg (Allahs vilje), og han hadde kastet ham ned med pannen (mot jorden), ropte Vi til ham: Å Abraham, du har visselig oppfylt drømmen, således belønner Vi visselig dem som handler godt. Det var visselig en åpenbar prøvelse. Og Vi løskjøpte ham med et mektig offer. Og for ham etterlot Vi (et godt navn) blant de etterkommende generasjonene. Fred være med Abraham!"(37, 103 – 110)

Sunnah ved Eid-ul-Adha:

1. Stå opp tidlig på eid-dagen for å forberede deg til eid-bønnen og andre aktiviteter.
2. Forbered deg ved å ta et bad, og ved å kle deg i fine klær og parfyme.
3. Vær ute i god tid.
4. Resiter takbir på vei til bønnestedet.

الله اكبر۔ الله اكبر۔ لاالاه الاالله ۔ الله اكبر۔ الله اكبر۔ ولله الحمد

5. Be eid-bønnen i en forsamling.
6. På vei hjem, velg en annen rute enn den du ankom med.

Barnesider

Laget av: Rabea Huma Qaisrani

Jalsa Salana

"Jalsa Salana" betyr årlig samling. Jalsa salana ble startet i 1891 av Hadrat Mirza Ghulam Ahmad (fred være med ham), grunnleggeren av ahmadiyya menigheten og den utlovede Messias. Den første jalsa salana ble holdt i Qadian fra 27. til 29.desember, og det var totalt 75 personer som deltok. I 1907 økte dette tallet til 2000. Etter hans bortgang avholdes det nasjonale jalsa i mange andre land.

Hensikten med jalsa er å utvikle sin moral og øke sitt personlige forhold til Allah. Arrangementet starter på fredag med en flaggheising, og varer frem til søndag kveld hvor det holdes flere taler, om åndelige og moralske emner, av KhalifatulMasih, den nasjonale lederen, imamer og andre islamske lærde. Menigheten inviterer også flere ikke-ahmadi gjester til å delta og å holde korte taler. Ahmadiyya muslim jama`ats tv-kanal, MTA, har direktesending gjennom hele programmet. På den internasjonale jalsa i Storbritannia blir det også avholdt internasjonal bait (ed) med kalifen. Under jalsas tre dagene serveres det mat helt gratis. Samlingen holdes for å skape fred og harmoni.

Hvis man får et barn med spesielle behov, krever det mye av foreldres tid og oppmerksomhet. Dette kan ikke minst tære på foreldrenes krefter. Derfor er det viktig å vite om hvilke støttetiltak som finnes. Eksempler på tiltak som kan tilbys av bydelene er:

- Styrket språktilbud
- Barnehager med ansatte med spesialpedagogisk kompetanse
- Veiledning til ansatte og foreldre
- Organisering i mindre grupper
- Spesielt tilrettelagte barnehager

De ulike bydelene har nettsider hvor man finner en god del informasjon. Det er viktig å ta kontakt med de instansene som kan hjelpe til, slik at man ikke føler seg alene og isolert fra omverden. Mulighetene er mange, man må bare vite om dem.

Kilder: udir.no, oslo.kommune.no

Barn med spesielle behov

Av: Sna Dar

Hvem er de?
I vår kultur blir barn med spesielle behov dessverre gjort til mindreverdige. På landsbygda i Pakistan sier folk at de er "dumme" eller har en forbannelse over seg. Men hvem er de egentlig? Forstår de oss? Forstår vi egentlig dem?

Barn med spesielle behov er først og fremst barn med menneskeverd. De er en sammensatt gruppe med barn, der det for eksempel dreier seg om barn med skade eller avvik i sosiale, kognitive, psykologiske, fysiologiske eller biologiske funksjoner. Barna kan ha tapt eller fått skade på en kroppsdel eller i en av kroppens funksjoner. Dette kan f.eks. dreie seg om nedsatt bevegelses-, syns- eller hørselsfunksjon, nedsatt kognitiv funksjon eller ulike funksjonsnedsettelser pga. allergi, hjerte- og lungesykdommer.

Når man betegner et barn som funksjonshemmet, menes at det er et gap mellom barnets individuelle forutsetninger og omgivelsenes forventninger. Det er viktig å poengtere at barn ikke må identifiseres bare med den medisinske diagnosen eller vanskene sine. De er først og fremst barn og hele mennesker. Dertil kan de ha en diagnose eller noen vansker som medfører en del utfordringer.

Hvordan møte barn med nedsatt funksjonsevne?
Når vi møter barn som har en synlig funksjonshemning, vil vi ofte rette oppmerksomheten mot det spesielle ved dette barnet. Det kan være rullestolen, den manglende blikkontakten, de uvante lydene eller de annerledes bevegelsene. Møtet kan vekke ulike følelser og reaksjoner hos oss.

Når vi ikke forstår eller kan forklare, blir vi gjerne usikre. Vanlige reaksjonsmåter kan gå mellom to ytterpunkter – å ignorere eller å vise for mye oppmerksomhet. Nøkkelordet blir først og fremst inkludering. Inkludering kan beskrives som et prinsipp der alle mennesker har en demokratisk rett til deltakelse i et fellesskap. Inkludering ivaretar dermed barns grunnleggende behov for kulturell og sosial tilhørighet.

Et annet viktig begrep å nevne er forståelse. Da mener jeg gjensidig forståelse. Et hvert menneske er unikt. Det viktigste i møte med et barn med funksjonhemming er å forstå det barnet. Forstår man det, blir det mye enklere å bli kjent med det. Det handler kun om å investere litt tid i å også la det barnet bli kjent med deg -fremmede er alltid skumle.

Tilbud
Dersom et barn har spesielle behov, kan han eller hun trenge ekstra oppfølging. Bydelene gjør en individuell vurdering av barnets behov, og tilbyr hjelp ut fra hvilke tilbud de har. Tilbudet kan variere fra bydel til bydel.

handler ikke med rettferd. Islam ber deg være lovlydig, men i mange tilfeller er ikke muslimer det. Det er mange slike lærdommer islam gir som muslimer ikke følger. Muslimske stater undertrykker og dreper sitt eget folk. Folket gjør opprør. Andre tyr til vold og terror. Når europeerne ser dette antar de at islam er skyld i kaoset. Vi må fortelle dem at dette ikke er islam, tvert om lærer islam oss fred, harmoni og ro. Vi kan derfor ikke kalle disse opprørerne religiøse ekstremister.

Hudoor[aba] fortsatte: Jeg drar til forskjellige steder og på mange konferanser hvor jeg legger frem islams sanne lære. Folk blir overrasket og sier at islam er en vakker religion. Folk reagerer på samme måte når vi viser dem islams sanne lære gjennom å dele ut pamfletter. Folk kan også lære islams sanne lære ved å se på ulike programmer på MTA. Det europeiske folk gir uttrykk for at den læren jama'at ahmadiyyah presenterer er en fin lære. Dermed er de ikke mot den sanne islamske læren. Også den hellige profeten Muhammad[saw] profeterte at en tid ville komme hvor muslimene ville glemme islams sanne lære og være villfarne. På denne tiden ville den utlovede Messias[as] komme og formidle islams sanne lære. Dere bør fortelle andre at den islamske læren de ser andre muslimer følge ikke er den sanne, men at det er vi ahmadi muslimer som følger den sanne og ekte læren som den hellige profeten Muhammad[saw] og Koranen ga oss.

En annen jente spurte hva som er forskjellen mellom ahmadi og ikke-ahmadi muslimer?

Hudoor[aba] sa: Den hellige profeten Muhammad[saw] profeterte at det i den siste tid ville komme en messias, som nevnt i sura Djumu'ah. Alle muslimer tror på dette, men ikke-ahmadi muslimer tror at denne messiasen vil komme fra himmelen i form av Jesus (fred være med ham) som nå befinner seg levende på himmelen. Vi tror at intet menneske kan leve for alltid, og om noen skulle fått evig liv burde det vært den hellige profeten Muhammad[saw] siden han sto Gud nærmest. Vi mener at andre muslimer tar feil; ingen skal komme fra himmelen og rettlede muslimene og drepe de kristne med en Mahdi. Det vil komme én skikkelse som vil være både Messias og Mahdi, og den ene personen skal rettlede msulimene, målbinde alle med sin bevisføring mot alle innvendinger, legge frem islams sanne lære og samle alle under én hånd. Vi mener videre at denne messias og mahdi allerede har kommet, og det fra ummah. Den hellige profeten Muhammad[saw] sa at messiasen ville kommme fra hans ummah, og vi mener derfor at den som skulle komme har kommet i form av den utlovede Messias Hadrat Mirza Ghulam Ahmad[as]. Vi tror på han i samsvar med hva den hellige profeten Muhammad[saw] profeterte. Ikke-ahmadi muslimer venter fortsatt på at Messias enda skal komme fra himmelen.

Hudoor[aba] sa videre: Alle tegnene som skulle oppfylles før Messias skulle komme er oppfylt. Et av tegnene var at nye transportmidler ville bli utviklet som for eksempel tog og fly. Et annet tegn var at det ville være sol- og måneformørkelse i ramadan-måneden. Vi har derfor bevis på at den skikkelsen som både den hellige profeten Muhammad[saw] og den hellige Koranen profeterer om har kommet, og vi har trodd på ham. Det er ingen andre som skal komme nå. Men andre muslimer venter fortsatt.

Til slutt oppfordret Hudoor[aba] alle om å lære seg disse tegnene og bevisene.

Kilde:

(Al-fazal, 10-16.juni 2016)

Spørsmål og svar sesjon med Hudoor[aba]

av Rabea Qaisrani

Under turene til Japan og Danmark holdt Hudoor[aba] svært interessante spørsmål og svar sesjoner med jentene, hvor han kom med viktige retningslinjer.

En jente spurte: Er de forskjellige terroristene rundt om i verden muslimer? Jeg blir ofte spurt av jenter på universitetet mitt om vi er som dem.

Som svar på dette sa Hudoor[aba]: Profeten Muhammad (måtte Allahs fred og velsignelser være med ham) profeterte at etter Ham ville det komme kalifer og etter det et kongedømme, etterfulgt av et annet undertrykkende kongedømme. Det ville etter det komme barbariske og undertrykkende regjeringer, og verden ville befinne seg i en mørk tid. Etter denne tiden ville Khilafat-ala-minhaj-ul-nabowwat oppstå. I denne tid vil de såkalte muslimene være villfarne. Den islamske læren vil være glemt. Når verden er i en slik tilstand vil Imam mehdi bli sendt for å korrigere og rettlede muslimene.

I samsvar med denne profetien til Profeten Muhammad[saw] ble den utlovede Messias[as] sendt til oss. Vi tror at han er den messiasen og mahdi den hellige Profeten[saw] profeterte om. Den utlovede Messias[as] ordnet opp i den forvrengte læren, og korrigerte våre vranghandlinger. Vi trodde på den utlovede Messias[as] i motsetning til andre muslimer, dermed er ikke vi villfarne slik som andre muslimer. Vi følger den sanne og ekte læren til islam som ble vist til oss av den utlovede Messias[as], og denne sanne og ekte læren er læren om fred og harmoni. Den blodsutgytelsen, de drapene og den krigen som føres i islams navn i dag er ikke jihad. Så lenge ingen fører krig mot deg og truer med å utrydde din religion skal ikke du trekke frem sverdet.

Huzoor[aba] fortsatte: motstandere av islam angriper gjennom media og litteratur, og derfor må også vi svare gjennom media og litteratur. Nå er det jihad gjennom pennen som gjelder, og det er akkurat det den utlovede Messias[as] lærte oss. Profeten Muhammad[saw] fortalte oss på forhånd at det vil komme en tid hvor muslimer vil gå bort fra den islamske læren og glemme den helt, til tross for at den er skrevet ned i den hellige Koranen som også de vil ha tilgang til. Men de lærde som videreformidler og lærer andre Koranens lære vil være villfarne. Når vi ser at denne profetien oppfylles styrker det oss i vår tro. Vi er på ingen måte en del av de villfarne muslimene. Vi er en av dem som trodde på Imam-Mahdi[as], og de som følger islams ekte og sanne lære. Hvor enn du går bør du ha med deg små pamfletter som omhandler islams lære om fred, og gi det til alle du kommer i kontakt med. Du behersker både urdu og japansk og går på universitetet, derfor bør du prøve å oversette slike pamflettene.

En annen jente spurte: Hvorfor tar europeere avstand fra religion, og hvorfor tror de ikke på Gud?

Som svar på dette spørsmålet sa Hudoor[aba]: Mange muslimer trodde ikke på den utlovede Messias[as] fordi de ikke besitter den sanne islamske lære. Andre muslimer legger frem islams lære helt feil. Islam lærer oss at vi ikke engang skal behandle våre fiender med urett. Islam lærer oss rettferdighet, men muslimer

Islam - Fredens religion

Naseem Chaudhry

Islam betyr «fred», og opprettholdelsen av fred er selve essensen i Islam. Det er ganske ironisk at denne fredens religion blir assosiert med krig, terrorisme og kaos i Vesten i dag. Islam er ikke bare fred i navnet. Fred gjennomsyrer hele Islams lære og er nøkkelen til å kunne forstå Islam. Ordet Islam betyr «fred» og «underkastelse». Disse begrepene gir det fullstendige bildet av Islam.På den ene siden bringes mennesket nærmere sin Skaper ved at det «underkaster» seg Allah, og på den andre siden etableres et ideelt forhold til Guds skaperverk ved at man opprettholder «fred» mellom medmennesker.

Islam lærer om fred på ulike plan: individuelt, sosialt, økonomisk, lokalt, nasjonalt og internasjonalt. For å oppnå fred er det viktig å jobbe med fred på alle plan, parallelt.Islam er den fullkomne kilde til fred. Her vil jeg ta for meg de fem søylene, siden de utgjør selve fundamentet i troen, samtidig som de utgjør de fem grunnleggende planene i et samfunn.

1. **Kalima** – troen på Guds enhet: Trosbekjennelsen bidrar med å samordne freden på de ulike plan og bidrar til samhold, enhet, likhet og brorskap under den samme og Ene Gud, Allah. Allah er både jødenes, de kristnes, ateistenes og alles Gud. Derfor kan ikke en muslim skade et annet menneske i Allahs navn, fordi det vil innebære å skade guds skaperverk.

2. **Salah** – bønnen: bidrar til individuell fred. Den styrker forholdet mellom deg og Allah. Den gir håp og utholdenhet og hjelper indre utvikling.

3. **Rozah** – fasten: bidrar til solidaritet og omtanke for de som ikke har mat. Samtidig skaper den en takknemlighet for det man selv har, og vekker oppmerksomhet over hvor lite man egentlig kan klare seg med. Den bidrar til å styrke kroppen, skjerpe tålmodigheten og utholdenheten. Dermed er fasten med på å styrke freden på flere plan; individuelt, økonomisk og sosialt.

4. **Zakat** – almissen: for å styrke den økonomiske freden. Ved å gi til de trengende, kun for å oppnå Allahs velsignelse, blir ressursene utjevnet på en frivillig og fredelig måte, uten konflikt og krig. Kun gjennom kjærlighet til Gud.

5. **Hadj** – pilegrimsreise til Mekka: bidrar til å styrke den internasjonale freden. Her møtes alle samfunnslag uansett kjønn, alder, rase, etnisitet, rikdom og status. Alle mennesker møtes i fred for å tilbe Allah, den Ene.

For å oppnå fred må menneske etterkomme to plikter. For det første må mennesket hengi seg til Allah og innfri sine forpliktelser ovenfor Gud. For det andre må mennesket innfri sine plikter ovenfor sine medmennesker – altså Guds skaperverk. Det er ingen motsetning mellom disse to pliktene.Ved å vise medmenneskelighet kommer du nærmere Gud. Og gjennom nærhet til Gud, forstår du hva medmenneskelighet er. Denne balansen er en forutsetning for å kunne oppnå fred.

Vår andre kalif, Hadrat Musleh Ma'ud (måtte Allah være tilfreds med han) sa som følgende:
«Man kan ikke begrense freden, fordi der freden slutter vil krigen begynne. Derfor må en reell fred være altomfattende.»

ikke opp samboerskap som går i oppløsning f.eks.)[1]. I følge samboerpar selv, befrir et samboerskap dem fra de ekteskapelige forpliktelsene ift blant annet det formelle. På så måte kan man si at det nesten er enklere å bli separert når man er i samboerskap, enn når man er gift. Derfor må skilsmissestatistikken også tas med en klype salt.

Hvis vi derimot snur på trendene og heller ser mot vårt eget miljø og omgangskrets virker det som om skilsmisse, som tidligere var et tabubelagt tema, nå blir mer og mer åpent. Dette har både sine positive og negative sider. De positive sidene er bl.a. knyttet til at det nå er enklere for kvinner som opplever vold i nære relasjoner å komme seg ut av ekteskap hvor sånt finner sted. Det negative med dette er at det nå virker lettere enn før å avslutte ekteskapelige forhold, også i vår muslimske/asiatiske miljø. Svensk forskning har også pekt på at velferdsstaten har noe av skylda for at skilsmisseraten har økt i flere miljøer. Hva betyr det? Med velferdsstaten mener vi jo de godene vår stat gir oss, den sosiale hjelpen vi får, økonomisk bistand for å komme oss på bena osv. Hvilken påvirkning har så dette på ekteskapslivet og skilsmisse? Man er ikke avhengig av å være gift med noen for å klare seg i samfunnet. Selv om livet som alenefar eller alenemor uansett aldri er enkel, vil velferdsstaten bidra der det går, økonomisk. Den sosiale støtten kombinert med den synkende graden av tabu rundt slike temaer har en viss påvirkning på dette. I tillegg viste den svenske forskningen at konseptet «likestilling» også har en viss hånd med i spillet hvor den frie mann og den frie kvinne er i fokus[2].

Det må imidlertid legges til at ting ikke er så rosenrødt heller og at det fortsatt er både vanskelig og innimellom tabubelagt å skille seg.

Et annet moment er at både gutten og jenta tar med seg for mange forventninger inn i forholdet, noe som er med på å øke skilsmissesjansene noe. Uten høye forventninger er sjansen for å bli skuffet mindre.

Vi kan derfor konkludere med at mangelen på tålmodighet, gjensidig respekt samt den økende grad av selvstendighet i samfunnet har en viss påvirkning på hvorfor ekteskapelige problemer synes å være større i vestlige land enn i andre land. Måtte Allah gjøre det enkelt for oss alle å leve våre liv slik Han vil at vi skal leve de, og måtte våre liv bli fylt med glede. Måtte slike utfordringer bli løst på den beste måte. Ameen.

[1]https://www.nrk.no/norge/fortsatt-nedgang-i-skilsmisser-1.11890777
[2]http://forskning.no/kjonn-og-samfunn-samliv/2012/10/velferdsstaten-gir-flere-skilsmisser

Det vestlige samfunnet og ekteskapsproblemer

Annum Saher Islam

Å leve i sameksistens er ikke det enkleste for oss mennesker noe vi erfarer til det fulle i vårt samfunn i dag hvor krig og ufred rår mer enn noen gang før. I et samfunn hvor man ikke klarer å leve med millioner andre, tett på seg, tror dere ikke da at det naturligvis vil bli problemer når man kun har en person tett oppå en, 24/7? I denne artikkelen vil jeg ta for meg ekteskapsproblemer sett i lys av det vestlige samfunnet og drøfte hvorfor problemene er av en annen art her kontra andre steder i verden. Jeg vil begynne med å legge til at jeg ikke er noen form for ekspert på dette feltet og at all drøfting har grunnlag i egen «research».

At alle ekteskap har problemer er ikke noe nytt og det finnes ulike grunner til hvorfor disse problemene finner sted. En av årsakene er spørsmålet om antall barn, eller om man skal ha barn i det hele tatt. Noen har også opplevd barnløshet som en av grunnene til at man har gått fra hverandre. Men hva skjer når man har fått barn og har blitt enige om antallet? Finnes det fortsatt noe man kan være uenig om? Når to mennesker bestemmer seg for å tilbringe resten av sitt liv sammen gjøres det med forbehold om at man har ulike tankesett og kommer fra ulike hjem med ulike levemåter. Som oftest klarer par å inngå kompromisser og blir enige seg imellom på hvordan husets daglige gjøremål skal utføres, hva slags oppvekst barna skal få, hvordan ansvarsfordelingen skal være i huset, osv. Men, det finnes dessverre par hvor slike daglige avgjørelser blir roten til en seperasjon. Den ene eller den andre klarer ikke å være tålmodig, ei er man klar for å ofre noe, og det ender opp med en konflikt som eskalerer. Det er ikke nødvendigvis de største uenigheter som ender opp med separasjon eller skilsmisse, men heller de små dagligdagse saker. Dette skal vi se nærmere på videre.

> Toleranse og gjensidig respekt er nøkkelen til et godt liv

Jeg vil først fortelle at antall skilsmisser i Norge har hatt en nedgang siden 2005. Hva som er den konkrete grunnen til det, er ikke lett å sette fingeren på da det kan være så mangt. Det som derimot også kommer frem er at færre velger å gifte seg, derfor er det også færre som skiller seg i «Tradisjonell forstand» (disse statistikkene plukker altså

30) Pynt deg for mannen din i huset.

31) Vær lydig og hjelpsom mot mannen din.

Ikke gjør:

1) Aldri skjul noe fra mannen din.

2) Ikke si at det alltid er sånn når det oppstår en uheldig situasjon.

3) Ikke jobb med mindre du absolutt må.

4) Aldri si noe negativt om foreldrene til din mann.

5) Ikke fortell ting som oppstår mellom deg og mannen din til dine egne slektninger. Prøv å få de unnagjort der og da.

6) Ikke baksnakk med andre kvinner om din mann eller svigerfamilie.

7) Ikke konkurrer med andre når det gjelder hus og diverse.

8) Ikke la døtrene leke med andre gutter i nabolaget.

9) Ikke la barna utvikle vanen om å spørre andre om ting.

10) Ikke diskuter eller krangle med mannen din foran barna.

11) Ikke gjør noe eller ta avgjørelser uten å diskutere eller rådføre fra mannen din.

12) Prøv å ikke blande deg veldig mye i mannens arbeid.

13) Ikke forlat huset når mannen er hjemme med mindre det er veldig viktig.

14) Ikke la andre menn (som du skal gjøre pardah for) komme hjem til deg hvis ikke mannen din er tilstede.

15) Ikke pynt deg for mye når du skal til basaren.

16) Unngå forhastet avgjørelse om skilsmisse.

5) Utgiftene bør være i forhold til inntekten.

6) Vis godhet når det kommer gjester på besøk. Vær hjelpsom og respektfull ovenfor dem.

7) Bruk penger på slektninger etter rådføring med mannen.

8) Ta hensyn til mannens behov og det han liker og ikke liker.

9) Lag ofte mat som han liker.

10) Ha en fast regel om at hele familien spiser oftere sammen.

11) Nevn om foreldrene og slektningene til mannen din med respekt.

12) Ta godt imot foreldrene og slektningene til mannen og tjenestegjør dem passelig.

13) Hvis det er noe du ikke liker ved oppførselen til mannen din så si ifra på en høflig måte.

14) Prøv å spar de pengene du får som lommepenger. Og hvis mannen din trenger hjelp eller støtte så kan du legge disse pengene frem. Dette vil være med på å forsterke tilliten.

15) Bruk fulldekkende og anstendige klær hjemme også.

16) Ifølge islamsk lære om pardah må du som mor være et godt forbilde for dine døtre

17) Ha kontakt med gode og fromme kvinner.

18) Ha passelige og korte samtaler med menn som du skal gjøre pardah for.

19) Som svigerdatter bør du akseptere din svigermor som egen mor og hvis du er svigermor bør du akseptere din svigerdatter som egen datter.

20) Si ifra og be om unnskyldning hvis du gjør noe feil.

21) Masser mannen din hvis han er sliten.

22) Lær barna det grunnleggende om islam og gi dem moralsk veiledning fra tidlig alder.

23) Lær døtrene riktig uttalelse av koranen før de gifter seg.

24) La døtrene bidra til med husarbeid fra tidlig alder.

25) La døtrene få personlig kontakt med fromme kvinner i moskeen.

26) Ha et likt forhold til dine sønner og døtre.

27) Lær sønnene dine å oppføre seg hyggelig og kjærlig mot sine søstre.

28) Be bønn presist og regelmessig.

29) Resiter koranen regelmessig hver dag.

Til syvende og sist er det essensielt at vi søker Guds hjelp og nåde, ettersom mennesket er feilbarlig og naivt. Når vi søker Hans hjelp burde vi også vurdere eventuelle avslag og være takknemlige overfor Gud for at Han skåner oss mot det som ikke er godt for oss, for Gud er sannelig den Allvitende, den Allvise.

«Å Allah! Jeg søker det gode fra Deg utfra Din Visdom og jeg søker styrke fra Deg utfra din Styrke, og jeg bønnfaller deg om Din bunnløse Nåde, for Du besitter all styrke mens jeg er maktløs, Du besitter all kunnskap mens jeg er uvitende, og Du er den beste Kjenneren av det usette. Å Allah! Hvis det er i Din kunnskap om dette prosjektet er til beste for meg med hensyn til min sjel og mine verdslige forhold, og for min siste time, så gjør det mulig for meg og skjenk meg evne til å utføre det; og velsigne meg, men hvis det er i Din kunnskap at dette prosjektet er skadelig for min sjel og mine verdslige forhold med hensyn til min endelige slutt, så driv det vekk fra meg og la meg drive vekk fra det, og utpek det gode for meg hvor enn det måtte være, og skjenk meg fornøyelse over det.» (Bønn for Istikhara hentet fra *Bukhari* kapittel om *Tahajjud*, *Tauhid* og *Da'wat*)

Oversettelse – noen punkter i boken «Rakha»

Side 175- 178

Retningslinje r for kona

Gjøre det:

1) I koranen har Gud beskrevet mannen som husets overvåker. Det er viktig at kvinnen godtar dette fra hjertet.

2) Gi forslag til mannen din, men la han ta de endelige avgjørelsene.

3) Prøv å holde deg selv, barna og huset rent.

4) Legg alle tingenei huset oversiktlig og riktig på sin plass.

slukne og etterlate oss i mørke. I det moderne samfunnet har vi i dag glemt å hige etter det evigvarende ettersom vi søker etter raske løsninger for å oppnå glede. Vi vil ha det beste og vi vil ha det nå. Vi har rett og slett ikke tid til å fokusere på ting som er av større betydning, kvaliteter som vil vedvare og bringe oss evig lykke både i denne verden og i den kommende. De krever tålmodighet, ofringer og relasjoner utenom det vanlige; relasjoner som forener sjeler og ikke bare kropper, løfter som vil skjenke oss Paradis og ikke bare et perfekt liv i luksus.

Fra et islamsk perspektiv spiller foreldre en viktig rolle i utvelgelsen av ektefelle for sitt barn. Men det er likevel barnets avgjørelse som vektlegges mest da det angår dets liv og fremtid. Derfor er det viktig at foreldre og barn fra barndommen av har utviklet et vennskapelig forhold som vil gjøre det mulig for dem å dele deres meninger og ønsker. For å unngå misforståelser og konflikter er det viktig at man har et felles mål og samsvarende verdier som baserer seg på *Taqwah* og et stabilt forhold til Gud. Og det er absolutt nødvendig at foreldre orienterer seg om barnets meninger og ikke prioriterer personlige og verdslige krav. Ettersom ekteskap initieres med bryllup og lignende seremonier kan man lett henge seg opp i hva som vil se fint ut i andres øyne og hvor storslått bryllupet skal arte seg. Mange hundre krav som settes opp både fra jentas og guttens side kan virke som et hinder for den virkelige unionen mellom to sjeler. Foreldre burde sørge for at deres barn opplever ekteskap som noe vakkert og skjønt. Derfor er det viktig at foreldre fører en ren og sann tale men hensyn til deres krav og verdier.

«Å dere troende, frykt Allah og før en (sann og) rettledet tale» (Al Ahzab, vers 71)

Krav og forventninger som settes opp burde basere seg på kompatibilitet og hvilken rolle barnets fremtidige partner vil spille i hans eller hennes liv. Vil vedkommende være med på å styrke troen og føre en nærmere Gud? Vil de sammen klare å overvinne sine svakheter og gi slipp på sine uvaner? Vil de motivere hverandre til å vise styrke og tålmodighet i religiøs praksis og under nedgang? Vil de minne hverandre på Gud og den kjærligheten Han har sådd mellom dem? Vil de kreve skjønnhet og rikdom fra hverandre, eller vil de lære å verdsette høyerestående kvaliteter og ofre sine *Nafs* for å oppnå fred og hvile i hverandres nærvær? Vil de klare å stå imot samfunnets onder og sammen gi opphav til et gudfryktig og offervillig avkom?

Kulturelle normer og forventinger burde heller ikke ødelegge våre ideer om ekteskap og kjærlighet. Barn burde vite at de kan stole på sine foreldre i dette henseende og komme med en forespørsel om ekteskap når de måtte føle for det. Alle barn vokser opp med hver sin unike personlighet og deres preferanser i livet kan variere. Alder, studier, jobbtilstand og lignende burde ikke være noen hindring. Islams lære fortrekker at man gifter seg i en ung alder når man ennå ikke har utviklet en sterk personlighet eller har etablert seg. Dette vil gjøre det lettere for vedkommende å komme overens med en mulig partner og de vil kunne ha en mulighet til å etablere et liv sammen. Foreldre burde også vite at deres barn vokser opp i et samfunn der det kryr av fristelser, og hvis ikke deres barn kan vise tillit til dem vil de bli fristet til å søke etter en partner på egen hånd, noe som vil kunne skape ytterligere bekymringer.

Kunsten med å velge ektefelle

Av Andleeb Anwar

Kunsten med å velge ektefelle innebærer at man for en gangs skyld slukker alle sine sanser, åpner hjertet og legger det i Guds hender. Han vil føre det til sin endelige destinasjon hos den sjelen som vil fullkommengjøre din tro, dekke deg som et beskyttende klede og være den perfekte for deg i sin ufullkomne og feilbarlige tilstand. Våre sjeler sanser utenom det verdslige og materialistiske, i dimensjoner der bønn er den eneste løsning og ofringer er veien til evigvarende frelse.

Ekteskap er en viktig del av Islam ettersom det utgjør grunnlaget i enhver familie. En kjernefamilie på sin side utgjør den minste enheten i samfunnet hvor mennesket vokser opp i et gunstig miljø med muligheter for opplæring i menneskelige relasjoner og sosiale egenskaper. Dette viser nok en gang at mennesket er et sosialt vesen som krever samvær med medmennesker for å kunne utvikle personlige og spirituelle karaktertrekk. Ekteskap er et bånd som gir rom for en slik utvikling, og derfor kreves det at en man velger ut den spesielle som sin livspartner. Skaperen selv har klargjort at når Han skaper en sjel, skaper Han også dens partner.

«Å dere mennesker, frykt deres Herre, som har skapt dere av ett vesen, og av det skapte Han dets motpart, og Han utbredte fra de to, mange menn og kvinner.» (Al Nisa, vers 2)

Når Han utpeker en partner for enhver sjel gjør Han det med en hensikt. Målet er å gi opphav til en union som skulle legge grunnlaget for et sunt samfunnsmiljø. Islams lære forskriver tre hovedhensikter ved et ekteskap:

1. Gjøre det mulig for en mann og kvinne å leve sammen og oppleve kjærlighet og glede innenfor religionens grenser
2. Gi opphav til et avkom og sørge for et stabilt og gudfryktig miljø for deres oppvekst
3. Sørge for en lovlig union som skåner samfunnet mot et moralsk og sosialt nedfall

Kjærligheten mellom en mann og kvinne som er forskrevet av Gud er som rent kildevann; ubesudlet og slukker ethvert begjær. Den kjærligheten som søkes utenfor ekteskap er som saltvann som forårsaker ubehag og ytterligere tørste og uro. Det er derfor viktig at vi er gudfryktige ved et slikt valg og tar i bruk våre bønner for å påkalle Hans Nåde og Barmhjertighet; at Han forener oss med en sjel som vil føre oss nærmere Gud og motivere oss til å bli en bedre versjon av oss selv. Et menneske som vil skjenke oss den roen som er forventet fra en sjelevenn.

«Det er Han som har skapt dere av ett levende vesen, og som av det har frembrakt dets ektefelle, så han kunne finne hvile hos henne» (Al A'raf, vers 190)

Som sansende vesener vet vi at en slik hvile og ro ikke kommer av verdslige goder. Den kommer ikke av rikdom eller skjønnhet, karriere eller berømmelse. Man kan gjerne oppleve midlertidig glede over praktfulle klær og smykker, ros og ære, men slike kvaliteter vedvarer sjeldent. Deres natur er som en elektrisk lampe, den lyser så praktfullt men en dag vil den

Hudoor[aba] sier at: I et ekteskap må man huske å stole på hverandre, forholdet skal være basert på sannhet og gjensidig respekt. Men det viktigste er Guds nåde og frykt. Hvis vi tar utgangspunkt i disse tingene vil forholdet mellom et ekteskap være lykkelig og varig.

Ekteparet og familien må ta vare på hverandre for å bevare et ekteskap. Det er viktig at neste generasjon også følger sine foreldres og besteforeldres spor, slik at de har den kontakten med jama'aten og khalifatet slik dere hadde i deres liv. Et ekteskap som er varig er på grunn av jama'atens kraft og styrke. Og som blir likt av Gud. Nå for tiden er mennesker opptatt av penger og derfor er det viktig at vi passer på at både gutten og jenta fokuserer på det religiøse ikke det verdslige. Det er viktig at det er kjærlighet og ærlighet i forholdet. Profeten Muhammad[saw] sa at når vi bestemmer oss for å inngå et ekteskap er det viktig at vi husker at personen er troende, og ikke hvor rik eller hvor høy standard familien har, fordi det alltid er religion som har den høyeste standard. Både familien til gutten og jenta må se de positive sidene hos hverandre. Under slike forhold må vi alltid ha god kontakt med Gud, fordi Gud alltid vil gjøre det beste for sine mennesker.

Den 14. desember 2013 sa Hudoor[aba]:

«...Det verset som ble resitert handlet om de tingene Gud har nevnt i det verset som blir resitert før nikah. I det verset nevner Gud at det første som man skal ha i minne er Guds frykt. Når bestemmelser skjer ved hjelp av det vil alltid alt ende riktig og bra uansett om det er en religiøs eller verdslig sak. Det er likevel viktig å huske at hver eneste handling/avgjørelse vi gjør skal være ved hjelp av Gud, ingenting uten Gud blir vellykket. Hudoor[aba] nevnte også om misjonærer og waqfin, at deres ekteskap skal være eksemplarer og rollemodell for alle andre medlemmer i jamaten. Forholdet mellom paret må være såpass godt og bra at alle andre får inspirasjon.

I dagens samfunn er det enkelt å ty til siste løsning som er skilsmisse. Dette skjer på grunn av at begge ektefeller er blitt mindre tolerante. Ahmadier og alle andre bør lære å bli overveldende vennlig og kjærlig. Måtte Gud skape kjærlighet og fred i våre hjerter og videreføre dette i våre neste generasjon. Slik at de ikke har de vanskelighetene vi møter på i dag.

Hudoor (måtte Allah være hans hjelper) sine råd om Nikah

Kiran Khalil

«Nikah» er den islamske betegnelsen for en forpliktende og varig ekteskap og regnes som et dypt og viktig åndelig mål for mange muslimer. Det blir sett på som å bevare idealene til et menneske. Ekteskap tolkes som en plikt og familien anses som en hellig institusjon av de fleste muslimer. Ekteskap anses som et hovedmål i både kvinners og menns liv. I islam er det nærmest en plikt til å gifte seg, så lenge man fysisk og økonomisk er i stand til å etablere et ekteskap. I samsvar med denne normen er det også en plikt å hjelpe til med å tilrettelegge ekteskap for nære familiemedlemmer og venner.

En hadith berettet av Hadrat Anas[ra] understreke viktigheten av et ekteskap. I denne hadithen sa Profeten[saw] at når en mann har giftet seg har han oppfylt halve religionen.

Et ekteskap har to aspekter ved seg, *ibadah* og *muamalah*. *Ibadah* betyr tillbedelse av Allah, dette betyr at ekteskap regnes som en religiøs plikt. *Muamalah* betyr relasjoner mellom mennesker.

Det er viktig at vi ihukommer *taqwah* (Gudfryktighet) før vi tar noen valg. Det er viktig at vi lever våre liv i tråd med taqwahs normer. Den ulovede Messias[as] sier: *"En troende bør ikke bare kun tro på at Gud er én og uten noen partner, for det burde også synes utifra hans handlinger. Han bør være sympatisk og god mot Guds skapninger, og skal ikke være ond eller gjøre urett mot andre og også avstå fra baksnakking".* Den utlovede Messias**[as]** har understreket nødvendigheten av Taqwa som innebærer oppfyllelse av våre forpliktelser både overfor Allah og våre medmennesker.

Hudoor[aba] sa følgende den 25. September 2011 i en tale: «Vi må etablere god moral slik at vi kan være rettferdige modeller for andre. Men noen ganger vises det motsatt oppførsel. Det er også viktig å etablere atferd og relasjoner basert på *qaul-e-sadid* (sannhet). Hudoor[aba] sa også at: «En ahmadi jente må huske at hun har en begrensning i at hun ikke kan gifte seg med en ikke-ahmadi. Under noen spesielle omstendigheter, har ahmadi gutter lov til å gifte seg med en ikke-ahmadi kvinne, men en ahmadi kvinne har ikke lov til det. Den utlovede Messias[as] har sagt at: Ahmadi foreldre som gifter bort sine døtre med en ikke-ahmadi begår en synd.

av gjerningene våre faktisk er onde. Og det er dette, slik vår nåværende kalif også sier, som hindrer veien til ens praktiske reformasjon.

Videre har KhalifatulMasih V[aba] sagt at mennesker ikke tenker grundig over når de utfører enkelte handlinger, de tenker bare på hva de oppnår der og da og ikke på hvordan det påvirker deres tro. Andre ganger gjøres noen gjerninger så ofte at det har blitt en vane for oss. Vi bruker mer tid på internett eller ser på skamløse filmer. Man neglisjerer sin familie, ikke minst glemmer man å be og dermed svekkes troen. Det er slike vaner som er en del av våre daglige aktiviteter som hindrer ens praktiske reformasjon.

Hadrat Musleh Ma'ud[ra] ga et eksempel i denne forbindelsen. Det var en europeisk foreleser som ga gode foredrag, men hadde en vane å flytte på skuldrene mens han snakket, noe som førte til at han ble latterliggjort av publikum. Han forsøkte å fjerne dette svake punktet og benyttet til slutt følgende metode. Han hadde to sverd hengt ovenfra og sto under dem da han talte. Hver gang han beveget skuldrene ville de opphengte sverdene treffe ham. Ved å prøve denne metoden, kom han seg over sin vane med å bevege på skuldrene når han snakket. For å opprette gode vaner bør slike metoder benyttes av hvert medlem i familien, og dette arbeidet kan ikke gjøres uten at man ofrer noe. Man må gi opp noe; dårlige vaner og rutiner for å bli bedre og styrke sin tro.

Hudoor[aba] snakker i sin fredagspreken 10.01.2014 om hvordan det er gjennom gode gjerninger alene at mennesket er i stand til å oppfylle sine plikter overfor Gud og sine medmennesker. Den utlovede Messias[as] har sagt at vi trenger å vurdere vår tro og huske at troen er prydet av gode gjerninger. Hvis man ikke er moralsk oppriktig, kan ikke troen være perfekt. Vår suksess avhenger derfor i stor grad av vår innsats i å reformere vår praksis. Det er bare gjennom å reformere oss selv at vi vil være i stand til å reformere andre. Hvis det ikke var noen forskjell mellom oss og andre, hvorfor ville verden lytte til oss? Derfor må vi styrke oss selv i praksis i forhold til god moral og karakter.

For at vi skal forbedre oss er det viktig at vi selv har innsikt i hva som er rett og galt, og det får man bare gjennom kunnskap. Viten fra fredagsprekener, den hellige Koranen og bøker skrevet av våre kalifer inneholder oppskriften. Dersom vi ikke leser oss opp vil vi ikke forstå at vi gjør noe galt. Men i tillegg til kunnskap trenger man viljestyrke til å handle godt. Oftest er det lettere å finne denne viljen når man har innsikt i hva som er gode handlinger, det går i hånd med hverandre. For at vi skal praktisk reformere oss selv, må vi finne ut om hvorfor vårt ønske om å gjøre gode gjerninger ikke virker positivt på den delen av sinnet vårt som motiverer oss til å gjøre gode gjerninger. Vi må derfor analysere oss selv for å finne årsaken til våre svakheter og prøve å overkomme dem. En burde hele tiden være oppmerksom på sin væremåte og praktisering. Før man gjør noe burde man alltid tenke om denne handlingen vil føre til noe godt eller ikke, har jeg lov til å gjøre dette eller ikke? For når vi er i stand til å forbedre og reformere oss selv vil det ikke bare være til nytte for oss, men det vil også være en måte å tjene nasjonen og samfunnet vi bor i. (KhalifatulMasih V[aba])

Kalifenes uttalelser om selvreformasjon

Av Razia Mahmood

Religiøs tro og praktisk reformasjon henger sammen. Vi kjemper hver dag imot samfunnets negative sider, og hver gang vi bekjemper en hindring, kommer vi et steg nærmere vår tro. Den Utlovede Messias (fred være med ham) har sagt:

«Den som ikke følger selv en liten del av de 700 budene nedskrevet i den hellige Koranen lukker selv dørene til sin frelse.» (Kishti-e-Nuh, Ruhani Khazain, bind 19, side 26).

Vi Ahmadi muslimer må derfor bli flinkere til å praktisere troen vår slik at den utlovede Messias[as] sin lære skal skinne gjennom våre handlinger. Og hvordan kan vi bli flinkere? Takket være vårt kjære kalifat har vi alltid en kalif som sørger for vår åndelige veiledning. Videre skal jeg ta for meg uttalelser av den utlovede Messias[as] og Khalifatul Masih V (måtte Allah være hans Hjelper) om reformasjon med blant annet fokus på ulike hindringer.

Hovedproblemet som både den utlovede Messias[as] og den nåværende kalifen understreker er nemlig det at vi mennesker anser noen gjerninger som mindre syndefulle enn andre. Den utlovede Messias[as] har sagt:

«Hvis noen blir syke, uavhengig av om hans sykdom er liten eller stor, kan ikke personen bli frisk dersom man ikke strever og forsøker å finne en kur for sykdommen. En liten mørk flekk som blir synlig på ansiktet til en person vil føre til stor bekymring for at det skal vokse og sverte hele ansiktet til personen. Tilsvarende er det en mørk flekk av onde gjerninger som vises på et hjerte. Små synder blir store synder fordi en ikke prøver å unngå dem. Den lille synden er den samme lille mørke flekken som vokser og til slutt sverter hele ansiktet til personen.»

Dersom vi ikke begynner å endre på de små syndene som vi ikke oppfatter som synder, vil de etter hvert bli større og dette vil stå i veien for vår forbedring.

Vår femte kalif[aba] sa i sin fredagspreken den 06.12.13

«De tingene som hindrer ens praktiske reformasjon er først og fremst enkelte menneskers oppfatning om at noen synd er store, mens andre er små, og det er dette som blir en hindring på veien til ens praktiske reformasjon. På grunn av dette nøler en ikke like mye med å synde. Sannelig, så lenge en fortsetter å tenke at denne negative handlingen er stor og denne negative handlingen er liten, denne gode handlingen er stor og den der er liten, vil en ikke klare å beskytte seg selv mot disse negative handlingene og ei vil en oppnå noen goder. De største negative handlingene er de som en blir redd for å forlate. Og de store gode handlingene er de som et menneske synes er vanskelig å utføre. Hvis vi skal forbedre oss selv må vi alltid huske at vi skal prøve å ta til oss alle gode ting, og prøve å holde oss unna alle onde handlinger.»

Slik som den utlovede Messias[as] sa i utsagnet nevnt ovenfor, blir de små negative handlingene så store at det rammer våre hjerter. Dette fører til at vi ikke tenker over at noen

synden, men også få styrken til å handle rettferdig og oppfylle de pliktene vi har til samfunnet rundt oss. De fem daglige salat-bønnene er den beste og viktigste formen for tilbedelse som Allah har lært oss. De er en av de fem grunnleggende kravene som en muslimer forpliktet til å utføre. De frelser fra det skjendige og onde. Den hellige Profeten[saw] har sagt at det er en plikt for både mannen og kone å vokte over sine bønner slik at deres avkom kan bli en kilde til glede for dem. Den hellige Profetens[saw] sier at god oppdragelse er den beste gaven foreldre kan gi til sine barn, og dette kan bare skje hvis de selv handler rettferdig og ber med iver og hengivenhet. Den utlovede Messias[as] sier at en bare kan oppnå denne gleden hvis man lever sitt liv i lydighet til Gud og holder seg vekk fra synd og overtredelse.

Foreldre er altså nødt til å selv leve i henhold til Taqwa for å gi barn en god og riktig oppdragelse. Den utlovede Messias[as] sier: «*Taqwa betyr kun å rense det lavere selvets tallerken og den maten som blir lagt på den er av rettferdighet som skal bringe styrke til ens evner og gjør en i stand til å gjøre gode handlinger og å oppnå den høye graden av nærhet til Allah*». Den utlovede Messias[as] sier også: «*Koranen legger forholdsvis mer vekt på Taqwa og rettferdighet enn på sine andre påbud. Dette er fordi Taqwa gir en styrke til å unngå enhver onde og styrker kraften til å bevege seg mot det gode. Mye vekt har blitt lagt på Taqwa fordi den er amuletten som redder mennesket fra overtredelse og er lik en solid festning som beskytter en fra all slags ugagn». Det viktigste foreldre kan gjøre i forbindelse med barns oppdragelse er å selv leve et liv i lydighet til Gud. Dette vil føre til at barna automatisk absorberer den positive innflytelsen. Måtte Allah gjøre oss i stand til å leve et liv i henhold til Taqwa.*

BARNS OPPDRAGELSE OG ET FREDELIG FAMILIELIV

Av Iram Khalil

Et hederlig, lykkelig og godt ekteskap er blant ethvert normalt menneskes fremste målsetning. Å inngå ekteskap er trolig den viktigste av alle avgjørelser, og den har svært langtrekkende konsekvenser. Den har ikke bare virkning for de to det gjelder, men også deres familier og særlig deres barn og deres etterkommere gjennom mange generasjoner. I Islam har familien sentral plass. Familien regnes som et av byggesteinene i et samfunn. Familien betyr trygghet, glede, ro, omsorg og kjærlighet. Islam oppfordrer ikke slik som mange andre religioner, å leve et liv i sølibat.

I følge den hellige Koranen er ikke ekteskapets formål bare å føre menneskeslekten videre, men dets viktigste funksjon er faktisk å skjenke fred og harmoni i sjelen. Kjærlighet og oppriktig sympati er ifølge Guds bestemmelse selve formålet med ekteskapet. Barn kopierer som kjent sine omsorgspersoner. Familielivet vil derfor ha en enorm innflytelse på barns oppdragelse. Enhver mor og far må rette på sin oppførsel for deres egne barns oppdragelses skyld.

Små barn har veldig lett for å ta til seg inntrykk av det som foregår rundt dem. Akkurat som en tavle tar til seg skrift uten å faktisk vite hva som har blitt skrevet på den. Moderne psykologi har vist oss at voksne personer kan huske spesielle hendelser fra barndommen som kan være fra så langt tilbake som deres fødsel. Når foreldre tar dette i betraktning så er det helt essensielt at de passer på hva som blir sagt og gjort foran barnet. Hvis et barn vitner rettskaffen atferd og Taqwa i hjemmet, vil det legge et positivt grunnlag for dets senere liv. Men hvis barn ofte ser sine foreldre krangle eller andre onder i hjemmet, vil de ubevisst absorbere denne atferden.

Hensikten med menneskets skapelse er tilbedelse av Allah. Om vi prøver å oppnå dette målet i all oppriktighet vil vi ikke bare kunne frigjøre oss fra

Egenskapene til en Ahmadi muslim

Naseem Chaudhry

En ahmadi muslim er en som tror på ankomsten til den utlovede Messias[as] i skikkelsen til Hadrat Mirza Ghulam Ahmad (fred være med han) fra Qadian.

Den utlovede Messias[as] har gitt oss veiledning for hvordan en god muslim skal handle og oppføre seg. Han minnet oss på alle forpliktelsene som var obligatorisk for oss å følge som muslimer slik det ble forskrevet av den hellige Profeten Muhammad (Allahs fred og velsignelser være med han). Den utlovede Messias[as] hjalp oss med å forstå Islam og forklarte hvordan vi kan praktisere islam i den moderne tid.

For denne hensikt opprettet han en pakt med 10 betingelser for *Ba'iat* som man må undertegne og følge for å bli en Ahmadi muslim. Dette er ti betingelser som alle Ahmadi muslimer må følge:

1. For det første må vi avstå fra avgudsdyrkelse –*Shirk* – det vil si at vi må ha tillit til at vår ve og vel avhenger kun av Allah.
2. Vi må ikke lyve, eller skape ufred, og heller ikke følge vårt uhemmede begjær
3. Vi må be fem ganger om dagen, be *Tahajjud* så ofte som det lar seg gjøre, resitere *Durood*, be om tilgivelse for våre synder, og lovprise Allah. Og dette bør inngå som en vane i vår hverdag.
4. Vi skal avholde oss fra å påføre Allahs skapninger generelt og muslimer spesielt lidelse. Hverken gjennom våre tunger, hender eller på andre måter.
5. Vi skal vise trofasthet og ha tillit til Allah under alle omstendigheter, både ved motgang og medgang, og aldri vende bort fra Hans vei.
6. Vi skal avholde oss fra u-islamske skikker, og heller følge det som er foreskrevet i Koranen, og gjøre det Allah og Profeten[saw] har anbefalt oss.
7. Vi skal ikke være hovmodige, og vi skal leve i ydmykhet.
8. Vi skal holde troen høyere enn vårt eget liv, våre eiendeler og alt vi elsker.
9. Vi skal utføre gode gjerninger kun for Allahs skyld, og prøve å gagne menneskeheten etter egen evne.
10. Vi skal adlyde den utlovede Messias, Hadrat Mirza Ghulam Ahmad[as] i alt godt og holde fast ved dette løftet helt til vår død kun for å oppnå Allahs velbehag.

Som vi ser, så kan dette virke ganske omfattende og krevende, men hvis vi prøver hardt og ber Allah om hjelp vil vi klare det. Dette er nøkkelen til vår utvikling, og slik kommer vi nærmere Allah. Måtte Allah hjelpe oss med å bli ekte Ahmadi muslimer. Amen.

Fredagspreken

15.05.2009

Hudhoor[aba] fortsatte med å snakke om Allahs atributt *Al-Wasi*. Hudoorr[aba] siterte noen vers fra den hellige Koranen som er relatert til dagliglivet.

Hudoor[aba] sa: Allah kjenner til alle våre handlinger gjennom Sin uendelige viten og Han pålegger oss å følge det edle eksempelet til Den hellige Profeten[saw]. Den hellige Profeten[saw] sa: "*Den beste blant dere er han som er best i å ta seg av sin familie og jeg er den beste av dere i dette henseendet*".

Hudoor[aba] sa videre at: Vi bør lære å se til de positive sidene av tingene i ekteskapet og å handle uselvisk og fremme forsoning.

Hudoor[aba] fortsatte videre med å si at: Den hellige Koranen tillater oss ikke kun å ha fire koner, men legger også frem visse plikter. Den sier at hvis du ikke er sikker på om du er i stand til å behandle dine koner likt, så bør du kun gifte deg med én. Den utlovede Messias[as] har sagt at hvis du ikke kan opprettholde likhet, så skal du være tilfreds med kun én hustru selv om du har behov for en annen. Dette er fordi sosial fred, harmoni og utførelsen av ens plikter overfor andre er mer viktig enn ens egne personlige behov. På denne måten bør man være klar over hvorvidt man kan håndtere de ekstra økonomiske byrdene og utføre alle de andre pliktene på en rettferdig måte før man overveier et nytt ekteskap.

Videre sa Hudoor[aba] at: I fraværet av forsoning forbyr Den hellige Koranen oss å forlate våre hustruer i en tilstand av usikkerhet, dvs. ved og ikke akseptere dem eller å la dem gå. Hvis du ser at forsoning ikke er mulig så bør du gi henne hennes rettigheter og skille deg med henne på en anstendig måte. En kvinne kan søke skilsmisse gjennom en *Qadi* hvis hennes ektemann har forlatt henne i en slik tilstand. Hvis alle ærlige forsøk på forsoning feiler, så blir skilsmisse uansett hvor vemmelig det måtte være, uunngåelig og i et slikt tilfelle forsyner Allah med bedre midler for begge sider. Hvis ekteskap gjøres etter en god del refleksjon og bønner og ikke kun på følelsesmessige grunner, så legger Allah i stand forsyninger for et slikt par og skjenker Sine velsignelser på dem. I et tilfelle hvor skilsmisse blir gitt før ekteskapet har blitt fullkommengjort, er mannen pliktig til å betale halve *Haq Mehr* (medgiften). Men hvor medgiften ikke har blitt satt, bør mannen gi økonomisk hjelp til sin ektefelle ut av godvilje.

Ved slutten advarte Hudoor[aba] mot å tilrane seg foreldreløses eiendeler som man er betrodd til vedkommende er voksne nok til å håndtere sine egne saker. Allah oppfordrer oss til å holde våre løfter vi har avgitt Ham slik at vi kan velsignes. Det er vår plikt å gjøre godt og å styrke vår tro slik at vi kan fortsette å fortjene Allahs velsignelser. Måtte Allah gjøre oss i stand til å gjøre så. *Amin*.

Kilde: Brev fra Ch. Hameedullah sahib, Wakil A`la Tehrik-e-Jadid Anjuman Ahmadiyya, Pakistan
Datert: 21. mai 2009
Oversatt av: Osamah Rajpoot

meg velsignede åpenbaringer om, derfor hører jeg på alt hun sier. Denne verandaen skal bygges." (Engelsk oversettelse, Sirat Hadrat Amma Jan[ra], s. 5)

Alle som kjente den utlovede Messias[as] og Hadrat Amma Jan godt pleide å si at de var ikke som et vanlig par. Hudoor[as] pleide å ære henne og det hun hadde å si. Han hadde et snilt forhold til henne akkurat som Hadrat Amma Jan passet på hva han likte og ikke likte. En dag da Hadrat Amma Jan var i ferd med å be sa hun til Hudoor, "Jeg ber alltid om at måtte Gud den Allmektige beskytte meg mot sorg for din bortgang og at jeg dør først." Etter å ha lyttet til henne svarte Hudoor at: "Og jeg alltid ber om at du lever lenger enn meg og jeg forlater deg i en tilstand når du er trygg og i god helse." Og det skjedde akkurat slik at Hudoor[as] døde førti år før Hadrat Amma Jan[ra].

Mildhet og godhet av den utlovede Messias[as] var som en varm solstråle som lyste alt det rørte. Hans behandling av barn, holdning til tjenerne i huset, mot tiggere som kaller ut for almisser, kort sagt alle aspekter av hans oppførsel mot andre bar preg av en person som var fullstendig klar over den Guddommelig nærvær.

Hadrat Maulvi Abdul Karim[ra] forteller at:

" Jeg har sett hundrevis av ganger at mens Hudoor satt på rommet sitt i andre etasje, med dører lukket slik han pleide å gjøre, opptatt med å skrive en bok eller oppslukt i meditasjon, slo et av hans barn tungt på døren og sa: "Abba, åpne døren." Han stod opp straks og åpnet døren. Barnet kom inn i rommet, så seg rundt for en stund og deretter forlater rommet. Den utlovede Messias[as] lukket igjen døren som vanlig, men før to minutter var gått var barnet igjen på døren, skjøv den med all sin makt og gråt som før, "Abba, åpne døren." Igjen steg den utlovede Messias[as] rolig og åpnet døren. Denne gangen igjen trakk barnet seg etter å ha kikket inn i rommet en gang eller to. Igjen stod Hudoor opp, uten en rynke i pannen, lukket døren og gjenopptok sitt arbeid. Men før fem minutter var gått var barnet igjen på døren og ropte på toppen av stemmen hans, "Abba, åpne døren." Igjen åpnet han døren rolig. Han sa ikke et ord om hvorfor han kom, eller hva han ville og hvilken hensikt han hadde på seg eller hvorfor han fortyrret hans arbeid på denne måten. En gang, da jeg satt på mitt eget rom ovenpå telte jeg at samme episoden ble gjentatt tjue ganger, men ikke en neste gang hadde den utlovede Messais[as] sagt et eneste ord av misbehag.

Den utlovede Messias innpodet verdier hos barn gjennom kjærlighet, hans eget eksempel og særlig gjennom inderlige bønner. En gang, hans sønn Mian Mahmud (senere Hadrat Khalifatul Masih II), et lite barn på den tiden, satt et stykke stein i lommen til Hudoor[as] sin vest. Da hudoor etter en stund la seg for hvile stakk det i ribbenet. Den ulovede Meesias[as] nevnte det til en av tjenerne hans at i det siste har jeg hatt vondt i det ene ribbenet. Da tjerneren skulle sjekke det oppdaget han steinen og tok det ut. Den utlovede Messias[as] smilte og sa: "Nå husker jeg det, Mahmoud satte disse i lommen og ba meg om å ikke ta de ut for han ville leke med de senere." Hudoor ba tjeneren å legge de tilbake til mahmoud spurte om dem igjen.

Slik var oppførselen til den Utlovede Messias[as] mot sine familiemedlemmer. Måtte Allah gjøre oss i stand til å følge i hans fotspor. Amin

Den Utlovede Messias
-som ektefelle og far

Mehrin Hayat

Den utlovede Messias[as] giftet seg med Syedah Nusrat Jehan Begum (som også blir kalt Hadrat Amma Jan) i 1883 som følge av en guddommelig åpenbaring.

Hudoor[as] både respekterte og æret henne og vurderte henne som en velsignet følgesvenn for seg selv. Hadrat Amma jan var klar over dette og pleide noen ganger å si med både kjærlighet og stolthet at: "Etter at jeg kom, startet tiden for fremgang og veslignelser i ditt liv." Den utlovede Messias[as] svarte dette med et smil om munnen, "Ja det er sant."

Den utlovede Messias[as] pleide å snakke til Hadrat Amma Jan på en høflig og kjærlig måte. Selv hvis det hadde skjedd noen uhell under utføring av husholdningsrelaterte oppgaver. I denne sammenheng er denne hendelsen mye henvist til i bøker der Hadrat Amma Jan sier at:

"I begynnelsen, da jeg kom fra Delhi, fant jeg ut at hudoor var glad i en rett som heter "Gur ke chawal" (ris dessert). Jeg med all min entusiasme ordnet til klargjøring av denne retten. Jeg bestilte litt ris og av uhell klarte jeg å ha i fire ganger så mye gur enn det som var oppgitt i oppskriften. Risen så ut som en ekkel masse. Da jeg tok kjelen av komfyren og la ris i en tallerken ble jeg sjokkert og trist over den ødelagte risen. Det var snart måltid og jeg visste ikke helt hva jeg skulle gjøre. I mellomtiden kom Hadrat sahib inn. Da han så ansiktet mitt og så at jeg holdt på å gråte på grunn av skuffelsen, lo han og sa: "Er du fortvilt over at risen ikke ble bra? Nei, det er veldig godt. Det er laget akkurat slik jeg liker det. Jeg liker at det er extra mye gur i det. Det er kjempe godt." Og så spiste han det opp gledelig. Hadrat Amma Jan sier at Hadrat Sahib sa så mange ting for å gjøre henne glad at hun også ble glad. (Engelsk oversettelse, Sirat Hadrat Amma Jan[ra], s. 4-5)

Den hellige grunnleggeren av den Ahmadiyya bevegelsen brukte å tenke at Hadrat Amma Jan var en av Guds tegn og prøvde sitt beste til å skaffe alt hun ba om. Han pleide å si at koner må behandles med mye omtenksomhet. Han sa at: "Det synes for meg å være svært skammelig at vi menn krangler med kvinner."

Hans datter Hadrat Nawab Mubarka Begum[ra] har fortalt ved en anledning at:

I Dar-ul-Masih, der Hudoor pleide å bo, var det en gård og et av vinduene åpnet i Mohalla Kucha Bandi. Om sommeren pleide Hudoor og hele familien hans å sove i denne gården. Men da det regnet pleide det å skape problemer siden alle sengene måtte flyttes inn. Hadrat Amma Jan rådet derfor å bygge en veranda slik at alle sengene kunne legges der når det regnet. Hudoor beordret at dette skulle gjøres. Hadrat Maulvi Abdul Karim sahib og noen andre venner protesterte og sa at verandaen passer ikke i gården og det ville ødelegge skjønnheten ved den. Da Hudoor hørte det sa han at: "Det er sant, men siden min kone er et av Guds tegn og hun er moren til mine sønner hvis Gud har gitt

Barnas oppdragelse

Berettet av Hadrat Anas[ra]. Han sa at den hellige Profeten[saw] har sagt at:" Respekter dine barn og dyrk i dem det beste av oppførsel."

Forklaring: Islam har definert rettighetene til foreldre over barn og omvendt. På den ene siden understrekes det den hensynsfulle og respektfulle oppførselen mot foreldre, og på den andre oppfordrer den foreldrene også til å behandle sine barn med tillit og forståelse og håndtere dem på en måte som skaper i dem en følelse av verdighet og selvrespekt og å særlig ivareta deres utdanning og opplæring. Slik at når de vokser opp, kan de oppfylle deres plikter overfor Gud og Hans tjenere med tilbørlig anstendighet, og bli pionerer av nasjonal utvikling.

Sannheten er at ingen nasjon kan gjøre noen fremgang, eller bedre sagt, ingen nasjon kan unnslippe nedgang hvis deres medlemmer ikke etterlater sine barn i bedre forhold enn sine egne. Dersom enhver far sørger for å forlate sine barn i bedre kår enn seg selv, både med hensyn til kunnskap og praksis, vil nasjonen visselig øke i deres styrke og bli viljesterk. En slik nasjon vil med Guds nåde være immun mot faren for nedgang. Men det er synd at de fleste av foreldrene ser bort i fra denne gylne prinsippen med det resultat at mange barn, langt fra å være bedre enn sine foreldre, er brakt opp i en slik tilstand som minner om et dødt foster som har blitt født som en levende person. Slike foreldre mater og kler sine barn godt og til en viss grad også tenker på deres verdslig utdannelse, mens de vanligvis ser bort fra deres moralske disiplin som om det var noe uviktig. Tvert imot, moralsk opplæring og disiplin er mye mer viktigere enn den sekulære utdanningen og har uten tvil en større moralsk verdi og karakter. En person som er mindre utdannet men som besitter god moral og disiplin og er utsyrt med sannferdighet, ærlighet, selvoppofrelse og behagelig oppførsel er langt bedre enn den som er blastet med kunnskap, men helt blottet for moralsk fortreffelighet. Påbudet om å ikke drepe dine barn i den hellige Koranen viser også til at hvis man ignorer innprenting av gode moralske kvaliteter blant sine barn og forsømmer deres pedagogiske egenskaper vil en nesten begå deres mord.

Den andre delen av denne hadith er knyttet til respekt for barn. Det er den mest karakteristikke koden ved Islam. Ingen andre religioner har verdsatt det punktet at høye moralske kvaliteter ikke kan dyrkes fram i barna uten at foreldre selv er et forbilde for dem. Det er viktig å gi et mål på moralske ferdigheter ved å gå fram som et godt eksempel for sine barn. Noen ufornuftige foreldre, til tross for at de elsker deres barn, behandler dem på en så lav og vulgær måte, at selvfølelsen og selvrespekt til barna sakte men sikkert dør. Dette påbudet av vår Profet er verdt å bli skrevet i gullbokstaver. Det pålegger at barn bør behandles med omtanke slik at de blir utstyrt med verdighet, selvrespekt og høye moralske kvaliteter.

Måtte folk ta til seg og verdsette denne edle læren.

Forklaring av Hadith gitt av Hadrat Mirza Bashir Ahmad[ra,] hentet fra "The Ahmadiyya Gazatte", august 1996.

I Allahs den mest Nåderike, den evig Barmhjertige

Sura Al-Nisa vers 2 og 3

Å Dere mennesker, frykt deres Herre, som har skapt dere av ett vesen, og av det skapte Han dets motpart, og Han utbredte fra de to, mange menn og kvinner. Frykt Allah, i hvis navn dere ber hverandre om noe, og (frykt Ham særlig i deres pleie av) slektskapsbåndene, sannelig Allah er Vokter over dere.

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى
خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا
زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا
وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ
بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ
رَقِيبًا ١

Og gi de foreldreløse deres eiendom og bytt ikke om det gode med det dårlige, og spis ikke opp deres eiendom sammen med deres (egen) eiendom, sannelig det er en stor synd

وَءَاتُوا۟ ٱلْيَتَٰمَىٰٓ أَمْوَٰلَهُمْ ۖ وَلَا تَتَبَدَّلُوا۟
ٱلْخَبِيثَ بِٱلطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَهُمْ
إِلَىٰٓ أَمْوَٰلِكُمْ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ٢

Zainab

Juli August September 2016

Innholdsfortegnelse

Utdrag fra Koranen............ s. 3

Hadith................................s. 4

Den utlovede Messias- som ektefelle og far............... s. 5

Fredagspreken........................ s. 7

Egenskapene til en Ahmadi muslim.................. s. 8

Barns oppdragelse og et fredelig liv................. s. 9

Kalifens uttalelse om selvreformasjon................. s. 11

Hudoor[aba] sine råd om Nikah..................... s. 13

Kunsten om å velge ektefelle.................... s. 15

Utdrag fra boken - Rakha................... s. 17

Det vestlige samfunnet og ekteskapsproblemer...... s. 20

Islam - fredens religion................. s. 22

Spørsmål og svar sesjon med Hudoor[aba]............... s. 23

Helsespalte................. s. 25

Barnesider...................... s. 27

Nasjonal Amir: Zahoor Ahmad Chaudhry

Sadr Ladjna: Syeda Bushra Khalid

Redaktør norsk del: Mehrin Hayat, Andleeb Anwar

Kontaktinformasjon: Bait-un-Nasr moske, Søren Bulls vei 1, 1051 Oslo

Tlf: 22325859, faks: 22437817

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ
اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

ZAINAB

LAJNA IMAILLAH

NORGE 2016

JULI AUGUST SEPTEMBER